دار العلوم کراچی کا ترجمان
ماہنامہ
البلاغ
ماہ ذی الحجہ ۱۴۱۰ھ / جولائی ۱۹۹۰ء
بانی
مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب قدس سرہ

جلد ۲۴
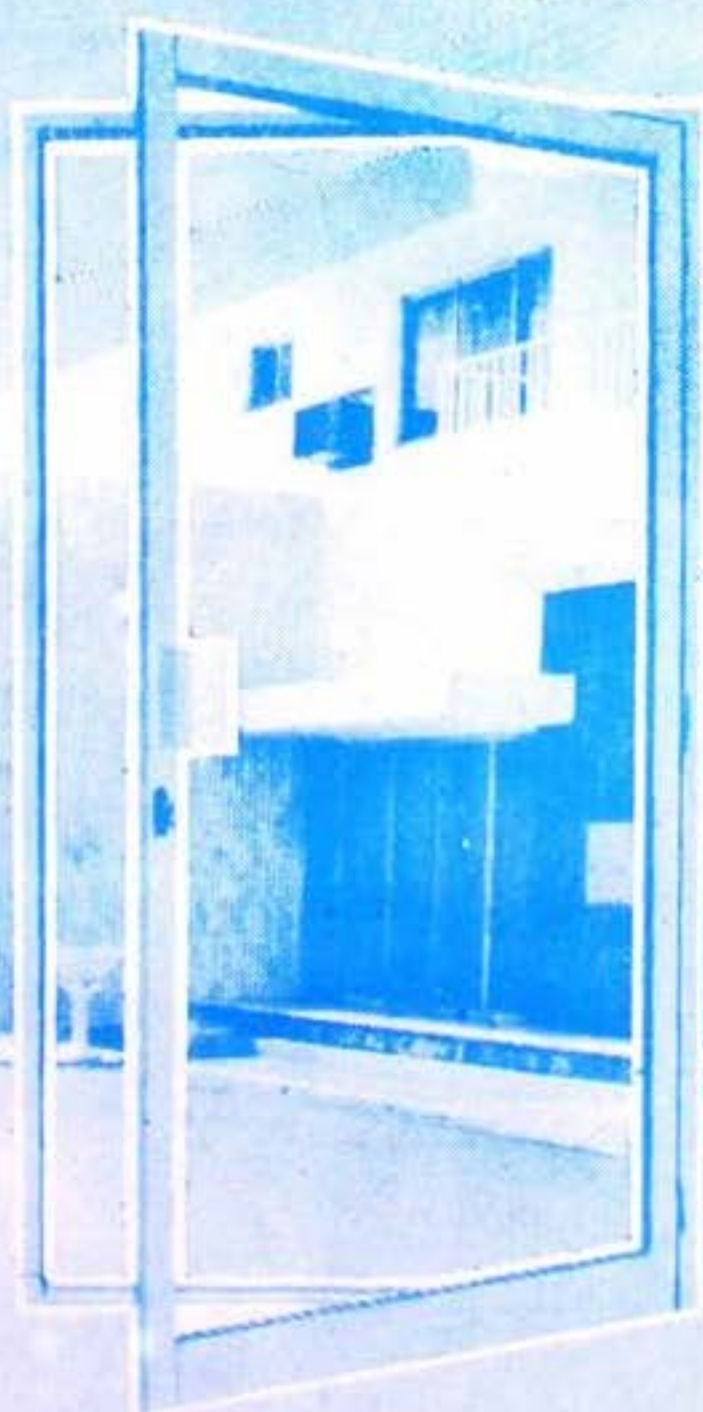
ذی الحجہ ۱۴۱۰ھ / جولائی ۱۹۹۰ء

شمارہ ۱۲

قیمت فی پرچہ چھ روپے

سالانہ ستّر روپے

نگرانی:

حضرت مولانا محمد رفیع عثمانی

مدیر:

محمد تقی عثمانی

ناظم:

شجاعت علی ہاشمی

الانہ بدل اشتراک:

ممالک بذریعہ ہوائی ڈاک و رجسٹری:

ہائے متحدہ امریکہ/ ۲۸۰ روپے، برطانیہ، جنوبی افریقہ، ویسٹ انڈیز، برما، انڈیا، تھائی لینڈ، ہانگ کانگ، نائیجیریا، آسٹریلیا
لینڈ/ ۲۲۰ روپے (بنگلہ دیش/ ۱۸۰ روپے) سعودی عرب، عرب امارات، مسقط، بحرین، عراق، ایران، مصر، کویت/ ۲۰۰ روپے

خط و کتابت کا پتہ: ماہنامہ "البلاغ" دار العلوم کراچی ۱۴
فون نمبر: ۳۱۱۲۱۷

محمد تقی عثمانی دار العلوم کراچی
مشہور آفسٹ پریس، کراچی

ترتیب

ذکر و فکر

معارف و مسائل

مقالات و مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مولانا محمود اشرف عثمانی
استاذ دارالعلوم کراچی

ذکر و فکر:

عید قربان، قربانی اور اس کا فلسفہ

حمد و ستائش اُس ذات کے لئے جس نے اس کارخانۂ عالم کو وجود بخشا

اور

درود و سلام اُس کے آخری پیغمبر پر جنہوں نے دُنیا میں حق کا بول بالا کیا

ماہ ذوالحجہ ہر سال کی طرح امسال بھی اپنے جلو میں اسلام کی دو اہم عبادتیں لیکر آیا ہے حج اور قربانی۔ اطرافِ عالم میں چارسُو بکھرے ہوئے مسلمانوں کی ایک اہم تعداد لبیك اللّٰھم لبیك کہتے ہوئے بیت اللہ کی طرف بڑھ رہی ہے، یہ وہ مسلمان ہیں جنہوں نے گھر کا آرام و سکون، اپنی ملازمت و تجارت اور اپنی صنعت و حرفت کے تمام مشاغل، اپنے جذبات و تعلقات حتیٰ کہ اپنی وضع قطع اور لباس سب کچھ ربِ کعبہ کے حضور اس لئے قربان کر دیا ہے کہ اس نے اپنے گھر کی حاضری کے لئے اُنہیں منتخب کیا ہے اور مقاماتِ مقدسہ کے دیدار کی اُنہیں دعوت ملی ہے، اِنَّ اَوَّلَ بَیْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِیْ بِبَکَّۃَ مُبٰرَکًا وَّھُدًی لِّلْعٰلَمِیْنَ ﴿۹۶﴾ فِیْہِ اٰیٰتٌۢ بَیِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰھِیْمَ ۚ۬ وَمَنْ دَخَلَہٗ کَانَ اٰمِنًا ؕ وَلِلّٰہِ عَلَی النَّاسِ حِجُّ الْبَیْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ

إِلَيْهِ سَبِيْلًا ۗ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٩٧﴾ (آل عمران)

"یقیناً وہ مکان جو سب سے پہلے لوگوں کے واسطے مقرر کیا گیا وہ مکان ہے جو کہ مکہ مکرمہ میں ہے جس کی حالت یہ ہے کہ وہ برکت والا ہے اور جہان بھر کے لوگوں کا رہنما ہے اس میں کھلی نشانیاں ہیں منجملہ ان کے ایک مقام ابراہیم ہے، اور جو شخص اس میں داخل ہو جاوے وہ امن والا ہو جاتا ہے، اور اللہ کے واسطے لوگوں کے ذمہ اس مکان کا حج کرنا ہے یعنی اس شخص کو جو کہ طاقت رکھے وہاں تک کی سبیل کی، اور جو شخص منکر ہو تو اللہ تعالیٰ تمام جہان والوں سے غنی ہیں۔ (آل عمران)

یہ وہ مسلمان ہیں جن میں بوڑھے بھی ہیں نوجوان بھی، عورتیں بھی ہیں مرد بھی، انہیں منیٰ وعرفات کے میدانوں سے نہ مال و دولت ملنے کی توقع ہے نہ آرام و راحت، یہ وہ لوگ ہیں جنہیں نہ زبردست ہجوم کا تصور ان کے ارادہ سے روک سکا ہے اور نہ مئی جون کی تپتی ہوئی گرمی کا احساس، عرب کے تپتے ہوئے میدانوں کے اندر عین موسمِ گرما کے شباب میں بھوک، گرمی اور پیاس اور ہجوم کے احساس سے بے نیاز توحید کے یہ متوالے ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اُس آواز پر لبیک کہتے ہوئے چلے آئے ہیں جو آج سے صدیوں سال پہلے انہوں نے اِس مقام پر بلند کی تھی اور اپنے گھر بار اور مال و اولاد کی قربانی دیکر اِس آواز کو ہمیشہ کے لئے مستحکم کر دیا تھا۔

وَأَذِّنْ فِي النَّاسِ بِالْحَجِّ يَأْتُوكَ رِجَالًا وَعَلَىٰ كُلِّ ضَامِرٍ يَأْتِينَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيقٍ ۝ لِيَشْهَدُوا مَنَافِعَ لَهُمْ وَيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ فِي أَيَّامٍ مَعْلُومَاتٍ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ ۖ

"اور (حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہا گیا کہ) لوگوں میں حج کا اعلان کر دو، لوگ تمہارے پاس چلے آئیں گے پیادہ بھی اور دُبلی اونٹنیوں پر بھی جو کہ دُور دراز راستوں سے پہنچی ہوں گی تاکہ اپنے فوائد کے لئے آموجود ہوں اور تاکہ ایامِ مقررہ میں اُن مخصوص چوپاؤں پر اللہ تعالیٰ کا نام لیں جو خدا تعالیٰ نے اُن کو عطا کئے ہیں۔" (سورۃ الحج)

ابوالانبیاء سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام نے عظیم قربانیاں دینے کے بعد بحکمِ خداوندی، جو آواز بلند کی تھی وہ مسلسل فضاؤں میں گونجتی رہی، بعد میں آنے والے انبیائے کرام علیہم السلام

کی جدوجہد اور محنتوں نے اس تسلسل کو قوت عطا کی، یہاں تک کہ خاتم النبیین سیدنا احمد مصطفیٰ محمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانیوں، آپ کی مسلسل محنت و کاوش، اور جذبۂ تبلیغ کی بیتابی، نے اس آواز کو وہ تسلسل، جماؤ اور قوت عطا کی کہ سردی ہو یا گرمی، بہار ہو یا خزاں، آپ کے اُمتیوں کا ہر فرد موسم حج میں اس آواز پر لبیک کہنے کیلئے بے تاب نظر آتا ہے، بوڑھا ہو یا جوان، مرد ہو یا عورت، اُمت کے افراد، حسب استطاعت و قوت۔ اس فریضہ کی ادائیگی کے لئے دُنیا کے ہر خطّے سے نکل کھڑے ہوتے ہیں اور بیت اللہ جانے والا ہر راستہ ان حاجیوں سے معمور نظر آتا ہے جو ننگے سر، پاؤں میں چپل پہنے اور بدن پر دو چادریں اوڑھے مئی جون کی تپتی ہوئی گرمی میں حرم کی جانب بڑھتے جا رہے ہیں، ان کے ہونٹ پیاس سے اور اُن کے جسم تکان سے متاثر ہوتے ہیں مگر ان کے دل اُس سکینتِ ربانی سے سرشار ہیں، جس کی حلاوت و لذت سے اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو نوازتا ہے اور جس کی لذت و حلاوت کے سامنے دنیا کی سب دولتیں ہیچ ہیں۔ یہ وہ دولت ہے جس کی خبر، مخبرِ صادق جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دی ہے:

من حج لله فلم یرفث ولم یفسق رجع کیوم ولدته امه، (متفق علیه)

جو شخص اللہ کیلئے حج کرے اس طرح کہ اس حج میں نہ فحش بات ہو نہ خدا کی نافرمانی، وہ حج سے لوٹتا ہے تو اس دن کی طرح جس دن وہ پیدا ہوا تھا،

اور ارشاد ہے:

ما رؤی الشیطان یوما هو فیه اصغر ولا ادحر ولا احقر ولا اغیظ منه فی یوم عرفة وما ذاك إلا لما یری من تنزل الرحمة وتجاوز الله عن الذنوب العظام إلا ما رؤی یوم بدر، (مشکوٰة)

غزوۂ بدر کا دن تو مستثنیٰ ہے اس کو چھوڑ کر کوئی دن عرفہ کے دن کے علاوہ ایسا نہیں جس میں شیطان اتنا ذلیل ہو رہا ہو، اتنا راندہ پھر رہا ہو، اتنا حقیر ہو رہا ہو، اور اتنا غصہ میں بھر رہا ہو اور یہ سب کچھ اس وجہ سے کہ عرفہ کے دن میں اللہ تعالیٰ کی رحمتوں کا کثرت سے نازل ہونا اور بندوں کے بڑے بڑے گناہوں کا معاف ہونا دیکھتا ہے۔

اللہ تعالیٰ شانہٗ کے حکم کی اطاعت اور انبیاء کرام علیہم السلام کی آواز پر لبیک کہنے اور انکے اُسوۂ حسنہ کی پیروی کرنے کا یہی جذبہ ہے جس کا دوسرا مظہر قربانی کی شکل میں اس مہینہ ہمارے سامنے آتا ہے۔

ابوالانبیاء حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے حکم کی اطاعت کرتے ہوئے وہ کام کرنے کا ارادہ کرلیا جسے سوچ کر بھی انسان کے ہاتھ کانپ جاتے ہیں ۔ اکلوتے فرزند ارجمند کی قربانی کا حکم کوئی معمولی حکم نہ تھا، مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ایمان مکمل اور قوی ایمان تھا، انہوں نے وہ حکم بھی ۔ بتوفیق خداوندی ۔ پورا کر دکھایا جو بطور وحی خواب کے اندر انہیں دیا گیا تھا، قرآن کہتا ہے :

ونادینٰہ ان یا ابراھیم ○ قد صدقت الرؤیا انا کذٰلک
نجزی المحسنین ○ ان ھذا لھو البلٰؤ المبین ○ وفدینٰہ
بذبح عظیم ○ وترکنا علیہ فی الاٰخرین ○ سلٰمٌ علی ابراھیم ○
کذٰلک نجزی المحسنین ○ انہ من عبادنا المؤمنین ،

"ہم نے ان کو آواز دی کہ ابراہیم تم نے خواب کو خوب سچ کر دکھایا، ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں ، حقیقت میں یہ تھا بھی بڑا امتحان ، اور ہم نے ایک بڑا ذبیحہ اس کے عوض میں دیا ، اور ہم نے بعد کے آنے والوں میں یہ بات اُن کے لئے رہنے دی ، کہ ابراہیم پر سلام ہو ، ہم مخلصین کو ایسا ہی صلہ دیا کرتے ہیں ، بیشک وہ ہمارے ایمان دار بندوں میں سے تھے"۔

پھر یہ وہی قربانی ہے جس کا ہجرت کے بعد صاحبِ حیثیت مسلمانوں کو حکم دیا گیا، اور جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی حیاتِ طیبہ میں مسلسل ادا کرتے رہے۔

عن ابن عمر قال اقام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بالمدینۃ عشر سنین یضحی ، (ترمذی)	حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ میں دس سال رہے تو قربانی کرتے رہے۔

اسی قربانی کے مظاہر عیدالاضحیٰ کے تین دنوں میں ہمیں جگہ جگہ نظر آتے ہیں ۔ اور مسلمان بڑھ چڑھ کر اس میں حصہ لیتے ہیں، تن من دھن کی قربانی کا یہی جذبہ ہے جو مسلمان قوم کو زندہ رکھتا ہے، اس کے اندر اطاعت کی رُوح پھونکتا ہے اور اُسے ان جلیل القدر انبیاء کرام

علیہم السلام کے نقشِ قدم پر چلاتا ہے جن کا وہ نام لیوا ہے۔

ذوالحجہ کا مہینہ حج و قربانی کے انہیں دلآویز مناظرِ محبت کا مظہر ہے، یہ مہینہ ہمیں سبق سکھاتا ہے کہ ایک مسلمان کو، اگر وہ مسلمان ہے، ہمہ وقت اپنے پروردگار کی اطاعت اور اس کے لئے ہر قسم کی قربانی دینے کیلئے تیار رہنا چاہیئے، گھر بار ہو یا مال و دولت، یہ سب اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ وہ نعمتیں ہیں جو انسان کو بلا استحقاق عطا ہوئی ہیں، یہ سب چیزیں ایک معین وقت تک کے لئے انسان کے پاس امانت ہیں، اور انسان کو چاہیئے کہ ان نعمتوں کی قدردانی کرتے ہوئے اور ان پر شکرِ خداوندی بجالاتے ہوئے اس بات کے لئے ہمہ وقت تیار رہے کہ ان سب چیزوں کو زندگی میں بھی اللہ تعالیٰ کے حکم پر قربان کر سکے، اپنے جذبات و احساسات کو ہمیشہ احکامِ شریعت کے تابع رکھے، صبح کا سہانا وقت ہو یا دوپہر کی گرمی، حالات اور ماحول سازگار ہوں یا ناموافق، طبیعت چاہتی ہو یا نہ چاہتی ہو ہر صورت میں اپنے احساسات اور جذبات کو قربان کرکے اللہ تعالیٰ کے حکم کی مکمل اطاعت کرنا ہی ایک مسلمان کا شیوہ ہے۔ جس کا بہترین مظاہرہ حج و قربانی میں ہو رہا ہے اور جس کا عملی نمونہ انبیاء کرام علیہم السلام کے اسوۂ حسنہ کی شکل میں ہمارے سامنے موجود ہے۔

لیکن اسی حج و قربانی سے ہمیں یہ سبق بھی ملتا ہے کہ مال و متاع، آل و اولاد، آرام و راحت اور نفس و جان کی قربانی کا یہ جذبہ بھی حدودِ شریعت کا پابند ہونا چاہیئے۔ حج وہی مقبول ہے جو حدودِ شریعت کے دائرہ میں رہ کر کیا جائے اور جس میں قدم قدم پر اتباعِ سنت کو ملحوظ رکھا گیا ہو — قربانی وہی درست ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتلائے ہوئے دنوں میں آپ کے طریقہ کے مطابق انہیں جانوروں میں کی جائے جنہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعین کیا ہے۔

جذبۂ قربانی کی بے تابی اور اس کی تڑپ اور پھر نبی کریم رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق اس کا انعکاس اور ادائیگی ہی اس جنت کی ضامن ہے جس کی بشارت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بالفاظ قرآنی ہمیں دی ہے۔

ومن یطع اللہ والرسول فاولٰئک مع الذین انعم اللہ علیہم
من النبیین والصدیقین والشہداء والصالحین وحسن اولٰئک
رفیقا ذلک الفضل من اللہ وکفی باللہ علیما ،

اور جو شخص اللہ و رسول کا کہنا مان لیگا تو ایسے اشخاص بھی اُن حضرات کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا ہے یعنی انبیاء اور صدیقین اور

شہداء اور صلحاء، اور یہ حضرات بہت اچھے رفیق ہیں، یہ فضل ہے اللہ تعالیٰ کی جانب سے اور اللہ تعالیٰ کافی جاننے والے ہیں۔

اللہ ہمیں آرام و راحت اور تن من دھن کی قربانی کا وہ جذبہ عطا کرے جو ایک مسلمان کو سچا اور پکا مسلمان بنا دیتا ہے اور پھر اس جذبہ کی نکاسی کے لئے وہ طریقے اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لئے تجویز فرمائے اور جس میں دنیا و آخرت کی مکمل صلاح و فلاح کا سامان پوشیدہ ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

محمود اشرف عثمانی

حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

مال و دولت

کی زیادتی فضیلت کا سبب نہیں

غرباء میں سے بھی!

معارف القرآن ⁂ سورۃ الزخرف ⁂ آیت ۳۲ تا ۳۵

خلاصۂ تفسیر

(اور یہ کافر لوگ مال و دولت کی زیادتی کو نبوت کی صلاحیت کی شرط سمجھتے ہیں حالانکہ نبوت ایک عظیم الشان چیز ہے اس لئے اس کی صلاحیت کی شرط بھی عظیم الشان ہونی چاہیئے) اور (دنیا کی دولت و جاہ ہمارے نزدیک اس قدر حقیر ہے کہ) اگر یہ بات (متوقع) نہ ہوتی کہ (قریب قریب) تمام آدمی ایک ہی طریقے کے ہو جاویں گے (یعنی کافر ہو جائیں گے) تو جو لوگ خدا کیساتھ کفر کرتے ہیں (اور خدا کے نزدیک سخت مبغوض ہیں) ہم اُن (سب) کے لئے ان کے گھروں کی چھتیں چاندی کی کر دیتے اور زینے بھی (چاندی کے کر دیتے) جن پر چڑھا (اُترا) کرتے اور اُن کے گھروں کے کواڑ بھی (چاندی کے کر دیتے) اور تخت بھی (چاندی کے کر دیتے) جن پر تکیہ لگا کر بیٹھتے ہیں اور (یہی چیزیں) سونے کی بھی (کر دیتے، یعنی کچھ چاندی کی کچھ سونے کی، مگر یہ سامان سب کفار کو اس لئے نہیں دیا کہ اکثر انسانوں کی طبیعت میں مال و متاع کی حرص غالب ہے، اور اس مفروضہ صورت میں کفر اس مال و متاع کے حصول کا یقینی سبب بن جاتا، پس چند تھوڑے سے آدمیوں کو چھوڑ کر قریب قریب سبھی کفر اختیار کر لیتے اس لئے ہم نے تمام کافروں کو مال و دولت کی یہ وسعت نہیں دی، ورنہ اگر یہ مصلحت نہ ہوتی تو ہم ایسا ہی کرتے اور ظاہر ہے دشمن کو قدر وسعت کی چیز نہیں دیا کرتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ دنیوی مال و متاع حقیقت میں کوئی عظیم الشان چیز نہیں، پس وہ نبوت جیسے منصب عظیم کے لئے صلاحیت

کی شرط بھی نہیں ہو سکتی اس کے بجائے نبوت کی شرط وہ اعلیٰ درجے کے ملکات ہیں جو اللہ کی طرف سے انبیاء کو عطا ہوتے ہیں اور یہ ملکات محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں پوری طرح جمع ہیں پس نبوت ان ہی کے لئے زیبا تھی نہ کہ مکہ اور طائف کے رئیسوں کے لئے) اور (حقارت دنیا کی ایک بالکل ظاہری وجہ بیان فرماتے ہیں کہ) یہ سب (ساز و سامان جس کا اوپر ذکر ہوا) کچھ بھی نہیں صرف دنیوی زندگی کی چند روزہ کامرانی ہے (پھر فنا، آخر فنا) اور آخرت (جو ابدی ہے اور اس لئے اس سے بہتر ہے وہ) آپ کے پروردگار کے ہاں خدا ترسوں کے لئے ہے۔

معارف و مسائل

مال و دولت کی زیادتی فضیلت کا سبب نہیں ہے۔

کفار نے جو یہ کہا تھا کہ مکہ اور طائف کے کسی بڑے مالدار کو نبی کیوں نہ بنایا گیا ان آیات میں اس کا دوسرا جواب دیا گیا ہے اور اس کا خلاصہ یہ ہے کہ بیشک نبوت کے لئے کچھ شرائطِ صلاحیت کا پایا جانا ضروری ہے لیکن مال و دولت کی زیادتی کی بنا پر کسی کو نبوت نہیں دی جا سکتی۔ کیونکہ مال و دولت ہماری نگاہ میں اتنی حقیر چیز ہے کہ اگر تمام لوگوں کے کافر بن جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو ہم سب کافروں پر سونے چاندی کی بارش کر دیتے اور صحیح ترمذی کی ایک حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

لو کانت الدنیا تعدل عند اللہ جناح بعوضۃ ما سقی کافرا منہا شربۃ ماء (یعنی اگر دنیا اللہ کے نزدیک مچھر کے ایک پر کے برابر بھی درجہ رکھتی تو اللہ تعالیٰ کسی کافر کو اس سے پانی کا ایک گھونٹ بھی نہ دیتا) اس سے معلوم ہوا کہ نہ مال و دولت کی زیادتی کوئی فضیلت کی چیز ہے نہ اس کی کمی انسان کے کم رتبہ ہونے کی علامت ہے۔ البتہ نبوت کے لئے کچھ اعلیٰ درجہ کے اوصاف ضروری ہیں وہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم میں بدرجۂ اتم پائے جاتے ہیں۔ اس لئے یہ اعتراض بالکل لغو اور باطل ہے

اور مذکورہ آیات میں یہ جو کہا گیا ہے کہ کافروں پر مال و دولت کی اتنی فراوانی کر دی جاتی تو سب لوگ کافر ہو جاتے، اس میں مراد لوگوں کی بھاری اکثریت ہے ورنہ اللہ کے کچھ نیک بندے آج بھی ایسے موجود ہیں جو یہ یقین رکھتے ہیں کہ کفر اختیار کر کے وہ مال و دولت سے نہال ہو سکتے ہیں لیکن وہ مال و دولت کی خاطر کفر کو اختیار نہیں کرتے ایسے کچھ لوگ شاید اس وقت بھی ایمان پر قائم رہ جاتے لیکن اُن کی تعداد آٹے میں نمک کے برابر ہوتی۔

مولانا محمد تقی عثمانی

اندلس کی عبرت گاہیں

قسط نمبر ۴

جامع قرطبہ :

جس جگہ آج جامع قرطبہ واقع ہے، رومانی بت پرستوں کے زمانے میں یہاں ان کی ایک عبادت گاہ تھی۔ جب اسپین میں عیسائی مذہب پھیلا تو انہوں نے اس عبادت گاہ کو گرا کر یہاں ایک کلیسا تعمیر کرلیا جو "ونجنت" (Vincent) کے نام سے مشہور ہوا۔ جب مسلمانوں نے قرطبہ فتح کیا تو یہاں تقریباً وہی صورت پیش آئی جو دمشق کی فتح کے وقت دمشق میں پیش آئی تھی[1]۔ جس طرح دمشق کا کلیسا نصف نصف تقسیم ہوگیا تھا، اسی طرح قرطبہ کے اس کلیسا کو شرائط صلح کے مطابق دو حصوں میں بانٹ دیا گیا، ایک حصے کو مسلمانوں نے بدستور کلیسا رہنے دیا، اور دوسرا حصہ مسجد بنا دیا گیا۔ اور ایک مدت تک یہاں مسجد اور کلیسا دونوں ساتھ ساتھ قائم رہے۔

لیکن جب قرطبہ مسلمانوں کا دار الحکومت قرار پایا، اور یہاں کی آبادی تیز رفتاری سے بڑھی تو مسجد کا حصہ نمازیوں کیلئے تنگ پڑ گیا، یہاں تک کہ جب عبد الرحمن الداخل کی حکومت آئی تو اس کے سامنے جامعِ قرطبہ کی توسیع کا سوال آیا، مسجد کی توسیع اس کے بغیر ممکن نہ تھی کہ کلیسا کو مسجد میں شامل کیا جائے۔ لیکن چونکہ عیسائیوں کے ساتھ معاہدہ ہو چکا تھا کہ نصف حصے میں کلیسا برقرار رکھا جائے گا، اس

---

[1] اس واقعہ کی تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو میری کتاب جہانِ دیدہ۔

لئے مسلمانوں کی روایات اور شرعی احکام کے مطابق عیسائیوں کو راضی کئے بغیر اُسے مسجد میں شامل کرنا ممکن نہیں تھا۔ عبدالرحمٰن الداخل نے بڑے بڑے عیسائی رئیسوں کو بلا کر اُن سے کلیسا کی زمین خریدنے کی تجویز پیش کی، اور منہ مانگی قیمت دینے کا وعدہ کیا، عیسائی مذہب میں کلیسا کی فروخت جائز ہے، اس لئے عیسائیوں کیلئے اس پیشکش کو قبول کرنے میں کوئی مذہبی رکاوٹ نہیں تھی، لیکن عیسائی کلیسا ہٹانے پر راضی نہ ہوئے، کافی دن تک انہیں راضی کرنے کا سلسلہ جاری رہا۔ بالآخر انہوں نے گراں قیمت کے علاوہ اس شرط پر رضامندی ظاہر کر دی کہ شہر کے باہر ان کے جو کلیسا منہدم ہوئے تھے اُنہیں دوبارہ تعمیر کرنے کی اجازت دیدی جائے۔ عبدالرحمٰن الداخل نے یہ شرط منظور کرلی، اور اس طرح یہ کلیسا کا حصہ بھی مسجد کو مل گیا۔

وسیع زمین حاصل کرنے کے بعد عبدالرحمٰن الداخل نے جامع قرطبہ کی تعمیر از سرِ نو شروع کی، مسجد کا نقشہ بڑا عظیم الشان تھا اور دمشق کے ایک ماہرِ فن نے تیار کیا تھا، اُسے پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لئے طویل مدت درکار تھی۔ لیکن عبدالرحمٰن الداخل تعمیر شروع ہونے کے بعد دو سال ہی میں (۱۷۲ھ) میں فوت ہو گئے۔ ان کے بعد ان کے بیٹے ہشام نے تعمیر کا سلسلہ جاری رکھا، اور چھ سال میں اسی ہزار دینار کے خرچ سے اسے مکمل کر لیا۔ بعد میں خلفاء بنی امیہ اس مسجد میں مزید توسیع کرتے رہے، یہاں تک کہ آٹھ مرحلوں میں یہ اپنی انتہائی شکل کو پہنچی۔

جامع قرطبہ کا اندرونی حصہ دُنیا بھر میں اپنی وسعت اور حُسن کے لحاظ سے ممتاز تھا، شاید ساری دنیا میں آج بھی مسجد کا مسقف حصہ اتنا وسیع کہیں اور نہیں ہے، اور یہ سارا حصہ صف در صف بنے ہوئے خوبصورت دالانوں پر مشتمل ہے جن کی چھتیں گنبد نما ہیں، اور دونوں طرف سنگِ مرمر کے خوبصورت ستونوں کی قطاریں دُور تک چلی گئی ہیں، مسلمانوں کے عہد میں اس مسجد کے کُل ستونوں کی تعداد چودہ سو سترہ تھی، مسجد کا کُل رقبہ تینتیس ہزار ایک سو پچاس مربع ذراع (ہاتھ) تھا۔[1]

مسجد کھلی تو ہم دھڑکتے ہوئے دلوں کے ساتھ اس میں داخل ہوئے۔ دُنیا کی اس عظیم اور تاریخی مسجد کے خوشنما ستون، جو بوسیدگی کے باوجود آج بھی بڑے دلکش معلوم ہوتے ہیں، دُور تک پھیلے ہوئے نظر آ رہے تھے، لیکن پورے ہال میں تاریکی اور سناٹے کا راج تھا۔ بعض تاریخوں میں مذکور ہے کہ اس مسجد کی چھت میں تین سو ساٹھ طاق اس ترتیب سے بنائے گئے تھے کہ سُورج اپنے سال بھر کی گردش میں ہر روز ایک طاق میں داخل ہوتا تھا۔[2] رات کے وقت مسجد میں دو سو اسی فانوس روشن ہوتے تھے جن کے روشن پیالوں کی کُل تعداد سات ہزار چار سو پچیس تھی۔ مسجد میں جلنے والی شمعوں اور چراغوں میں تیل کا سالانہ خرچ ساڑھے دس قنطار یعنی ۱۴۳ من کے قریب تھا۔ سال بھر میں ساڑھے تین من موم اور ساڑھے چونتیس سیر سُوت بتیاں

---

[1] نفح الطیب ص ۸۵ تا ۸۷ ج ۲ [2] نفح الطیب ص ۶۰ ج ۲

بنانے میں صرف ہوتا تھا، ہر جمعہ کو مسجد میں آدھا سیر عُود اور پاؤ بھر عنبر جلایا جاتا تھا۔ لیکن آج یہ مسجد دن کے وقت بھی تاریک نظر آرہی تھی، کافی کافی فاصلوں پر کچھ بجلی کے بلب جل رہے تھے، مگر وہ اندھیرا دُور کرنے کے لئے کافی نہ تھے۔ مسجد پر کفر و شرک کے تسلط سے جو تاریک سائے صدیوں سے مسلط ہیں، یہ اندھیرا اس کی محسوس نمائندگی کر رہا تھا۔

داخل ہونے کے بعد بائیں ہاتھ کی جانب پوری دیوار عیسائیوں کے بنائے ہوئے کلیساؤں کے مختلف کمروں پر مشتمل ہے جن میں بہت سے مجسمے رکھے ہوئے ہیں۔ مسجد کے بیچوں بیچ مسجد کے نقشے کو بگاڑ کر ایک بہت بڑا کلیسا بنا دیا گیا ہے۔ مسجد کے خوبصورت دالانوں کی گنبد نما چھتوں پر تصویریں نقش کر دی گئی ہیں۔ کلیسا کی سروس کیلئے بڑے بڑے اسٹیج بنا دیئے گئے ہیں جن کے سامنے دُور تک کرسیاں بچھی ہوئی ہیں۔

عیسائیوں نے مسجد کے اندر جو تصرفات کئے ہیں، اُن کے انداز سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ان کا مقصد کلیسا کی کوئی حقیقی ضرورت پورا کرنا نہیں، بلکہ مسجد کے اسلامی رُوکار کو مسخ کرنا ہے اور پیش نظر یہ ہے کہ اس عالیشان مسجد کا کوئی حصہ عیسائی تصرف سے محفوظ نہ رہے، خواہ اس غرض کیلئے عمارت کو کتنا بڑا نقصان پہنچ جائے۔ چنانچہ انہوں نے مسجد قرطبہ میں اپنی اس متعصبانہ بدمذاقی کا دل کھول کر مظاہرہ کیا ہے، اور مسجد کا کوئی حصہ اپنی دستبرد سے سلامت نہیں چھوڑا۔

لے دیکر مسجد کی محراب اور اس کے سامنے دو تین چھوٹی سی صفوں کی جگہ رسّی باندھ کر الگ کر لی گئی ہے، شاید اس کا مقصد یہ ہے کہ یہ حصہ مسجد کی یادگار کے طور پر باقی رکھا جائے۔ اس حسین اور پُرکار محراب کے اوپر گرد کی تہیں جمی ہوئی ہیں، اور اس کا خوبصورت چہرہ ستم ہائے زمانہ سے کُملایا ہوا ہے، اسی کے قریب وہ منبر بھی ہے جس سے کبھی قاضی منذر بن سعید جیسے خطیب کی آتش نوا تقریریں فضا میں بکھرا کرتی تھیں۔ یہ مسجد کا وہ حصہ ہے جہاں یقیناً علامہ قرطبیؒ، علامہ ابن رُشدؒ اور حافظ ابن عبدالبرؒ جیسے لوگوں نے نمازیں پڑھی ہوں گی، عیسائیوں کی ہزار ستم رانیوں کے باوجود اس فضا میں اُن انفاسِ قدسیہ کے اذکار کی مہک محسوس ہوئے بغیر نہیں رہتی، لیکن ؎

وہ سجدہ رُوحِ زمیں جس سے کانپ جاتی تھی
اُسی کو آج ترستے ہیں منبر و محراب

عصر کا وقت ہو چکا تھا، اور ہم ہوٹل سے یہی نیت لیکر چلے تھے کہ نمازِ عصر مسجد قرطبہ میں ادا کریں گے۔ نہ جانے کس نے یہ بے بنیاد بات ہم سے کہی تھی کہ مسجدِ قرطبہ کو نمازیوں کیلئے کھول دیا گیا ہے۔ یہ اطلاع بالکل غلط تھی، اور یہاں باقاعدہ نماز پڑھنے کی اب بھی اجازت نہیں ہے۔ اِکّا دُکّا سیاح آکر نماز پڑھ لیں تو بات دوسری ہے۔ چنانچہ میرے دوست اور رفیق سعید صاحب نے یہاں اذان کہی، حیّ علی الصلاۃ

کی اس دلآویز پکار کا جواب دینے والا کوئی نہ تھا، چنانچہ ہم دونوں نے محراب کے قریب کھڑے ہو کر نمازِ عصر ادا کی۔ اس مسجد کے فرش پر سجدہ کرتے ہوئے ایسا محسوس ہوا جیسے آٹھ صدیوں کا فاصلہ یکلخت سمٹ گیا ہے، اور ہم وقت کی اس تاریک سُرنگ سے نکل کر اُس کھلی فضا میں پہنچ گئے ہیں جہاں چاروں طرف توحید کا نور بکھرا ہوا ہے، اور یہ فضائے بسیط خدائے وحدہٗ لاشریک کی حمد و ثنا کے زمزموں سے لبریز ہے۔ سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کی معنویت یہاں اور زیادہ واضح ہوئی۔ میرے پروردگار کی شانِ کبریائی عُروج و زوال کی اس دھوپ چھاؤں سے کہیں بلند و بالا ہے۔ وہ اُس وقت بھی "اعلیٰ" تھا۔ جب یہاں سجدے کرنے والی جبینوں سے یہ وسیع و عریض مسجد تنگ پڑ گئی تھی، اور اُس وقت بھی "اعلیٰ" ہے جب "حیَّ علی الصلاۃ" کی آواز پر کوئی ایک قدم بھی محراب کی طرف نہیں اُٹھتا، اُس کی توحید کے نام لیوا کروڑوں کی تعداد میں ہوں، یا اُنگلی پر گن لیے جائیں، اس کے دین کو سینے میں بسانے والے دُنیا پر اپنے جاہ و جلال کا سکّہ بٹھائیں یا اپنے اعمال کے ہاتھوں مغلوب و مقہور ہو جائیں، اُس کی شانِ احدیّت اور صمدیّت میں کوئی فرق نہیں آتا۔

یہ نغمہ فصلِ گُل و لالہ کا نہیں پابند
بہار ہو کہ خزاں، لاالٰہ الا اللہ

دور دور تک پھیلی ہوئی اس مسجد میں اس محراب کے سوا کوئی جگہ ایسی جگہ نہیں تھی جہاں قلب و نظر کو سکون مل سکے۔ مسجد کے باقی ماندہ تمام حصّے عیسائی تصرّفات سے زخمی تھے، اور انہیں دیکھ کر دل و جگر بھی زخمی، ہم تھوڑی دیر محراب کے آس پاس رہے، پھر حسرت بھری نگاہوں سے مسجد کے اُن ستونوں کو دیکھتے رہے جن کے سائے میں کبھی ذکر و فکر اور کبھی علم و فضل کی محفلیں آراستہ ہوا کرتی تھیں، جہاں انسانیت کو تہذیب و شرافت کا درس دیا جاتا تھا، جہاں علم و ادب کی شمعیں روشن ہوتی تھیں، اور جہاں انسانوں کے سر پر فضیلتِ تقویٰ کا تاج رکھا جاتا تھا، یہ ستون اُن محفلوں کو ضرور یاد کرتے ہوں گے، اُن کا وجود مسلمانوں کی غیرت و حمیت کے لئے ایک سراپا فریاد ہے، ایسی دردناک فریاد جو یہاں آکر آنکھوں سے دیکھی جا سکتی ہے، کانوں سے سُنی نہیں جا سکتی۔

اس مسجد میں اس وقت ہم دو مسلمان تھے، اور دونوں خاموش۔ تھوڑی دیر بعد سعید صاحب نے جو دیر سے اس پُراثر منظر سے متأثر تھے، سکوت توڑا، اور مجھ سے کہا:

"تقی صاحب! یہاں سے جلدی چلئے، یہاں تو دم گھٹتا محسوس ہوتا ہے۔"

ظاہر ہے کہ یہ گھٹن جگہ کی تنگی اور تاریکی سے پیدا نہیں ہوئی تھی، یہ وہ گھٹن تھی جس کا علاج نہ اُن کے بس میں تھا نہ میرے بس میں۔ ہم آہستہ آہستہ مسجد کی دوسری طرف سے باہر جانے والے دروازے کی طرف بڑھ گئے۔ دل پر ابھی ایک چوٹ اور لگنی باقی تھی۔ اسی دروازے کے اندرونی حصّے میں ایک سازندہ دیر

سے اپنا ستار اور ہارمونیم ٹھیک کرنے میں مشغول تھا، ہم اس کے پاس پہنچے تو اس نے موسیقی کی تانیں اڑانی شروع کردیں۔ دل سے بے ساختہ یہ دُعا نکلی کہ یا اللہ! ایسی بے بسی کے عالم میں کسی مسجد کی زیارت آئندہ نہ کرائیے۔

میں نے اپنی زندگی میں نہ جانے کتنے تاریخی مقامات دیکھے ہیں، بہت سے عبرت کدوں کو دیکھنے کا موقع بھی مِلا ہے، لیکن دل و دماغ پر جو حسرت ناک تأثر جامعِ قرطبہ کو دیکھ کر ہوا، وہ کسی اور تاریخی مقام کو دیکھ کر نہیں ہوا۔ اور اَب سمجھ میں آیا کہ اقبالؔ مرحوم نے مسجدِ قرطبہ میں جو طویل نظم کہی ہے، وہ تأثر کے کس عالم میں کہی ہے ؎

سلسلۂ روز و شب نقش گرِ حادثات
سلسلۂ روز و شب، اصلِ حیات و ممات

سلسلۂ روز و شب تارِ حریرِ دو رنگ
جس سے بناتی ہے ذات اپنی قبائے صفات

تجھکو پرکھتا ہے یہ، مجھ کو پرکھتا ہے یہ
سلسلۂ روز و شب، صیرفیٔ کائنات

(جاری)

پاکستان میں نفاذِ شریعت کی تاریخ اور موجودہ اسمبلی کی ذمہ داریاں

مولانا سید عبدالشکور ترمذی
مہتمم مدرسہ عربیہ حقانیہ ساہیوال

عرضِ مرتب

یہ ایک واضح حقیقت ہے جس سے کسی شخص کو بھی انکار کی گنجائش نہیں ہے کہ خداداد مملکت پاکستان ایک نظریاتی مملکت ہے جس کی اساس دو قومی نظریہ پر رکھی گئی ہے اور اس کا آئینی نام آئین کی دفعہ ۲ کی رو سے "اسلامی جمہوریہ پاکستان" ہے۔ اس کی اساس اور اس کے نام کا تقاضا ہے کہ اس کا دستور اور نظام نظریۂ پاکستان کے مطابق اسلامی ہو۔ زیرِ نظر مضمون میں اسلامی دستور اور نظام اسلام کے بارے میں اسمبلی کو اس کی آئینی ذمہ داری کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور اس سلسلہ میں اب تک جو کام ہوا ہے اس کا جائزہ پیش کیا گیا ہے۔

پاکستان کی پہلی دستور یہ میں ۱۲ مارچ ۱۹۴۹ء کو منظور ہونے والی قراردادِ مقاصد جس میں مملکت پاکستان کا رُخ اسلامی نظام کی طرف پہلی دفعہ آئینی طور پر متعین کیا گیا تھا اور بائیس دستوری نکات جس کو جنوری ۱۹۵۱ء میں منظور کر کے ہر مکتبِ فکر کے علماءِ کرام کی طرف سے حکومت کے سامنے دستورِ اسلامی کے طور پر پیش کیا گیا تھا۔ ان دونوں قراردادوں کا متن بھی اس مضمون کی ابتدا میں اس لئے درج کر دیا

گیا ہے کہ اس سے استفادہ کرنے میں سہولت ہو۔

اس مضمون کے ملاحظے سے ناظرین کو علماء کرام اور حکومت پاکستان کی اسلامی نظام کے متعلق مشترکہ کوششوں کا کسی قدر اندازہ ہوگا اور واضح ہوگا کہ قیام پاکستان کی ابتداء سے ہی علماء کرام اور ارباب اقتدار نے مملکت خداداد پاکستان میں دستور اسلام اور اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے کس کس انداز سے کوششیں کی ہیں اور یہ بھی واضح ہو جائے گا کہ اسلامی نظام کے مخالفین کا یہ پروپیگنڈہ بھی قطعی غلط اور خلاف حقیقت ہے کہ سابقہ حکومتوں نے اسلامی نظام کے بارے میں کوئی اقدام ہی نہیں کیا۔

یہ بھی واضح رہے کہ ۱۹۷۳ء کے آئین کی دفعہ ۲۲۷ میں درج ہے:

۱۔ "موجودہ قوانین کو قرآن و سنت کے طے شدہ اسلامی اصولوں کے مطابق ڈھالا جائے گا اور ان اصولوں سے متصادم ہونے والا کوئی قانون منظور نہیں کیا جائے گا۔

۲۔ تمام کارروائی شق نمبر ۱ میں دیئے گئے طریقے کے مطابق عمل میں لائی جائے گی۔

(ص ۹۶ آئین پاکستان مترجم فاروق ملک ایم اے۔ جدید بک ڈپو، اردو بازار لاہور)

اب یہ اسمبلی کے ہر رکن کی اسلامی، قومی اور اخلاقی ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے ذاتی مفادات اور پارٹیوں کے اختلافات سے بلند و بالا ہو کر اس آئینی ذمہ داری سے سبکدوشی حاصل کریں اور آئین کی اس دفعہ کو ہر وقت پیش نظر رکھیں جس کی وفاداری کا حلف ہر رکن اسمبلی دیتا ہے۔

ہماری پرزور عرض ہے کہ اسلامی نظام کی سابقہ کوششوں سے استفادہ کر کے پاکستان میں جلد از جلد آئین پاکستان کے تقاضوں کے مطابق ہر شعبۂ زندگی میں اسلامی نظام کو نافذ کیا جائے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

قرار دادِ مقاصد

چونکہ اللہ تبارک و تعالیٰ ہی کل کائنات کا بلا شرکت غیرے حاکم مطلق ہے اور اس نے جمہور کی وساطت سے مملکتِ پاکستان کو اختیارِ حکمرانی اپنی مقرر کردہ حدود کے اندر استعمال کرنے کے لئے نیابتاً عطا فرمایا ہے اور چونکہ یہ اختیارِ حکمرانی ایک مقدس امانت ہے۔

لہٰذا جمہور پاکستان کی نمائندہ یہ مجلس دستور ساز فیصلہ کرتی ہے کہ آزاد مختار مملکت پاکستان کے لئے ایک دستور مرتب کیا جائے جس کی رو سے مملکت کے جملہ حقوق و اختیارات حکمرانی جمہور کے منتخب کردہ نمائندوں کے ذریعہ سے استعمال کرے۔

جس میں اصولِ جمہوریت، حریت و مساوات، رواداری اور عدل عمرانی کو جس طرح اسلام نے ان کی تشریح کی ہے، پورے طور پر ملحوظ رکھا جائے۔

جس کی رو سے مسلمانوں کو اس قابل بنایا جائے کہ وہ انفرادی طور پر اپنی زندگی کو اسلامی تعلیمات و مقتضیات کے مطابق جو قرآن اور سنتِ رسول میں متعین ہیں، ترتیب دے سکیں۔ جس کی رو سے اس امر کا وافی انتظام کیا جائے کہ اقلیتیں آزادی کے ساتھ اپنے مذاہب پر عقیدہ رکھ سکیں اور اپنی ثقافت کو ترقی دے سکیں۔

جس کی رو سے وہ علاقے جو فی الحال پاکستان میں داخل ہیں یا شامل ہو گئے ہیں اور ایسے دیگر علاقے جو آئندہ پاکستان میں داخل یا شامل ہو جائیں ایک وفاقیہ بنائیں جس کے ارکان مقرر کردہ حدود اربعہ اور متعینہ اختیارات کے ماتحت خود مختار رہیں۔

جس کی رو سے بنیادی حقوق کی ضمانت کی جائے اور حقوق اور اخلاق عامہ کے ماتحت مساوات، حیثیت اور مواقع قانون کی نظر میں برابری، عمرانی اقتصادی اور سیاسی عدل، خیال، اظہار عقیدہ دین عبادت اور ارتباط کی آزادی شامل ہوں جس کی رو سے اقلیتوں اور پسماندہ و پست طبقوں کے جائز حقوق کے تحفظ کا وافی انتظام کیا جائے جس کی رو سے نظام عدل کی آزادی کامل طور پر محفوظ ہو۔

جس کی رو سے وفاقیہ کے علاقوں کی صیانت، اس کی آزادی اور اس کے جملہ حقوق کا جن میں اس کے بر و بحر اور فضا پر سیاست کے حقوق شامل ہیں، تحفظ کیا جائے تاکہ اہل پاکستان فلاح و خوشحالی کی زندگی بسر کر سکیں، اقوامِ عالم کی صف میں اپنا جائز و ممتاز مقام حاصل کر سکیں اور امن عالم کے قیام اور بنی نوع انسان کی ترقی و بہبود میں کماحقہ اضافہ کر سکیں۔

قراردادِ مقاصد کا مفہوم

۱۔ پوری کائنات کی حاکمیت اللہ ہی کے لئے ہے۔

۲۔ اللہ تعالیٰ نے جو اقتدار دولت پاکستان کو اس کے باشندوں کے توسط سے تفویض فرمایا ہے، وہ ایک مقدس امانت ہے۔

۳۔ پاکستان کی حکومت اس اقتدار کو اللہ تعالیٰ کی مقرر کی ہوئی حدود کے اندر نیابتاً استعمال کرے گا۔

۴۔ پاکستان کے نئے دستور کی رو سے مسلمانوں کو لازماً اس قابل بنایا جائے گا کہ وہ اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو اسلام کی ان تعلیمات اور تقاضوں کے مطابق جو قرآن و سنت میں مذکور ہیں مرتب و منظم کریں۔

۵۔ اس دستور کی رُو سے اسلام کی بتلائی ہوئی جمہوریت، آزادی، معاشرتی انصاف اور رواداری کے اصولوں کی پوری پوری پابندی کی جائے گی۔

اگر اس قرارداد کے الفاظ ان کے مضمرات و مقتضیات کی روح اور منشا کے عین مطابق دستور مرتب کیا جائے تو اس میں ریاست کے قانون کا ماخذ کتاب و سُنّت کے سوا کسی اور چیز کو قرار نہیں دیا جا سکتا۔ (دستوری سفارشات اور ان پر تنقید و تبصرہ)

٢٢ نکات

حکومت پاکستان نے دستور سازی کے سلسلہ میں بنیادی اصولوں کی ایک کمیٹی قائم کی تھی۔ اس نے اپنی رپورٹ ۱۹۵۰ء میں شائع کی جس میں بورڈ آف تعلیمات اسلام کی سفارشات کو قطعی نظر انداز کر دیا گیا تھا۔

ضروری تھا کہ پاکستان کے ہر مکتب فکر کے علماء کو جمع کر کے اسلامی دستور و آئین کا ایک متفقہ خاکہ حکومت اور عوام کے سامنے پیش کر کے علماء اپنی ذمہ داری سے عہدہ برآ ہوں۔

چنانچہ جنوری ۱۹۵۱ء میں حضرت مولانا سلیمان ندویؒ کی صدارت میں ۳۱ علماء کا اجتماع مولانا احتشام الحق تھانویؒ کے مکان پر کراچی میں منعقد ہوا اور ۴ دن کی کوشش میں ایک دستوری خاکہ ۲۲ نکات کے نام سے تیار کیا گیا۔ علماء کے اس متحدہ کارنامہ پر اہلِ حکومت حیران تھے۔

وہ بائیس نکات جو حضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانویؒ کے ۱۹۵۱ء میں طلب کردہ ملک کے مختلف فرقوں کے نمائندہ علماء کے کنونشن نے متفقہ طور پر پاس کئے تھے۔

۱۔ اصل حاکم تشریعی و تکوینی حیثیت سے اللہ رب العالمین ہے۔

۲۔ ملک کا قانون کتاب و سُنّت پر مبنی ہو گا اور کوئی ایسا قانون نہ بنایا جا سکے گا۔ نہ کوئی ایسا حکم دیا جا سکے گا جو کتاب و سُنّت کے خلاف ہو۔

(تشریحی نوٹ) اگر ملک میں پہلے سے کچھ ایسے قوانین جاری ہوں جو کتاب و سُنّت کے خلاف ہوں تو اس کی تصدیق بھی ضروری ہے کہ وہ بتدریج ایک معینہ مدت کے اندر ممنوع یا شریعت کے مطابق تبدیل کر دیئے جائیں گے۔

۳۔ مملکت کسی جغرافیائی، نسلی، لسانی یا کسی اور تصور پر نہیں بلکہ اصول و مقاصد پر مبنی ہو گی جن کی اساس اسلام کا پیش کیا ہوا ضابطہ حیات ہے۔

۴۔ اسلامی مملکت کا یہ فرض ہو گا کہ کتاب و سُنّت کے بتائے ہوئے معروفات کو قائم کرے، منکرات کو مٹائے اور شعائر اسلام کے احیاء و اعلاء اور متعلقہ اسلامی فرقوں

کے لئے ان کے اپنے مذہب کے مطابق ضروری اسلامی تعلیم کا انتظام کرے۔
۵۔ اسلامی مملکت کا یہ فرض ہوگا کہ وہ مسلمانانِ عالم کے رشتہ اتحاد و اخوت سے قوی تر کرنے اور ریاست کے مسلم باشندوں کے درمیان عصبیت جاہلیہ کی بنیادوں پر نسلی، لسانی، علاقائی یا دیگر مادی امتیازات کے ابھرنے کی راہیں مسدود کرکے ملت اسلامیہ کی وحدت کے تحفظ و استحکام کا انتظام کرے۔
۶۔ مملکت بلا امتیاز مذہب و نسل وغیرہ تمام ایسے لوگوں کی لابدی انسانی ضروریات یعنی غذا، لباس، مسکن، معالجہ اور تعلیم کی کفیل ہوگی۔ جو اکتساب رزق کے قابل نہ رہے ہوں یا عارضی طور پر بے روزگار ہوں۔ بیماری یا دوسرے وجوہ سے فی الحال سعی اکتساب پر قادر نہ ہوں۔
۷۔ باشندگان ملک کو وہ تمام حقوق حاصل ہوں گے جو شریعت اسلامیہ نے ان کو عطا کئے ہیں یعنی حدودِ قانون کے اندر تحفظ جان و مال و آبرو، آزادیٔ مذہب و مسلک آزادیٔ عبادت، آزادیٔ ذات، آزادیٔ اظہار رائے، آزادیٔ نقل و حرکت، آزادیٔ اجتماع، آزادیٔ اکتساب رزق، ترقی کے مواقع میں یکسانی اور رفاہی ادارت سے استفادہ کا حق۔
۸۔ مذکورہ بالا حقوق میں سے کسی شہری کا کوئی حق اسلامی قانون کی سندِ جواز کے بغیر کسی وقت سلب نہ کیا جائے گا اور کسی جرم کے الزام میں کسی کو بغیر فراہمیٔ موقع صفائی و فیصلہ عدالت کوئی سزا نہ دی جائے گی۔
۹۔ مسلمہ اسلامی فرقوں کو حدود قانون کے اندر پوری مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔ انہیں اپنے پیروؤں کو اپنے مذہب کی تعلیم دینے کا حق حاصل ہوگا۔ وہ اپنے خیالات کی آزادی کے ساتھ اشاعت کرسکیں گے ان کے شخصی معاملات کے فیصلے ان کے اپنے فقہی مذہب کے مطابق ہوں گے اور ایسا انتظام کرنا مناسب ہوگا کہ انہیں کے قاضی یہ فیصلے کریں گے۔
۱۰۔ غیر مسلم باشندگانِ مملکت کو حدود قانون کے اندر مذہب و عبادت، تہذیب و ثقافت اور مذہبی تعلیم کی پوری آزادی ہوگی اور انہیں اپنے شخصی معاملات کا فیصلہ اپنے فقہی مذہبی قانون یا رسم و رواج کے مطابق کرنے کا حق حاصل ہوگا۔
۱۱۔ غیر مسلم باشندگان مملکت سے حدود شریعت کے اندر جو معاہدات کئے گئے ہیں ان کی پابندی لازمی ہوگی اور جن حقوقِ شہری کا ذکر دفعہ نمبر ۷ میں کیا گیا ہے۔ ان میں غیر مسلم باشندگان ملک برابر کے شریک ہوں گے۔
۱۲۔ رئیس مملکت کا مسلمان مرد ہونا ضروری ہے جس کے تدین، صلاحیت اور اصابت

رائے پر جمہور یا ان کے منتخب نمائندوں کو اعتماد ہو۔

۱۳۔ رئیس مملکت ہی نظم مملکت کا اصل ذمہ دار ہوگا۔ البتہ وہ اپنے اختیارات کا کوئی جزو کسی فرد یا جماعت کو تفویض کر سکتا ہے۔

۱۴۔ رئیس مملکت کی حکومت مستبدانہ نہیں بلکہ شورائی ہوگی یعنی وہ ارکانِ حکومت اور منتخب نمائندگانِ جمہور سے مشورہ لیکر اپنے فرائض سرانجام دے گا۔

۱۵۔ رئیس مملکت کو یہ حق حاصل نہ ہوگا وہ دستور کو کلاً یا جزواً معطل کر کے شوریٰ کے بغیر حکومت کرنے لگے۔

۱۶۔ جو جماعت رئیس مملکت کے انتخاب کی مجاز ہوگی۔ وہ کثرت رائے سے اسے معزول کرنے کی بھی مجاز ہوگی۔

۱۷۔ رئیس مملکت شہری حقوق میں عامۃ المسلمین کے برابر ہوگا اور قانونی مواخذہ سے بالاتر نہ ہوگا۔

۱۸۔ ارکان و عمال حکومت اور عام شہریوں کے لئے ایک ہی قانون و ضابطہ ہوگا اور دونوں پر عام عدالتیں ہی اس کو نافذ کریں گی۔

۱۹۔ محکمہ عدلیہ، محکمہ انتظامیہ سے علیحدہ اور آزاد ہوگا تاکہ عدلیہ اپنے فرائض کی انجام دہی میں ہیئت انتظامیہ سے اثر پذیر نہ ہو۔

۲۰۔ ایسے افکار و نظریات کی تبلیغ و اشاعت ممنوع ہوگی جو مملکت اسلامی کے اساسی اصول و مبادی کے انہدام کا باعث ہوں۔

۲۱۔ ملک کے مختلف ولایات و اقطاع مملکت واحدہ کے اجزاء انتظامی متصور ہوں گے۔ ان کی حیثیت نسلی، لسانی یا قبائلی واحدہ جات کی نہیں بلکہ محض انتظامی علاقوں کی ہوگی جنہیں انتظامی اختیارات کے پیش نظر مرکزی سیادت کے تابع انتظامی اختیارات سپرد کرنا جائز ہوگا مگر انہیں مرکز سے علیحدگی کا حق حاصل نہ ہوگا۔

۲۲۔ دستور کی کوئی تعبیر معتبر نہ ہوگی جو کتاب و سنّت کے خلاف ہو۔

(منشور کل پاکستان مرکزی جمعیت علماء اسلام)

اس اجتماع کو تمام مکاتب فکر کی مکمل نمائندگی حاصل تھی چنانچہ حسب ذیل علماء نے اس میں شرکت کی۔

۱۔ علامہ سید سلیمان ندوی، کراچی

۲۔ مولانا مفتی محمد شفیع (دیوبندی) رکن بورڈ تعلیمات اسلام کراچی

۳۔ مفتی محمد حسن صاحب، مہتمم جامعہ اشرفیہ لاہور

۴۔ مولانا اطہر علی، صدر جمعیت علماء اسلام مشرقی پاکستان
۵۔ مولانا احمد علی لاہوری، امیر انجمن خدام الدین لاہور
۶۔ مولانا محمد ادریس کاندھلوی، شیخ الجامعہ عباسیہ بہاولپور
۷۔ مولانا احتشام الحق تھانوی، مہتمم دار العلوم الاسلامیہ ٹنڈو اللہ یار سندھ
۸۔ مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، امیر جماعت اسلامی پاکستان
۹۔ مولانا شمس الحق فرید پوری، مہتمم مدرسہ اشرف العلوم ڈھاکہ
۱۰۔ مولانا محمد یوسف بنوری، شیخ التفسیر دار العلوم الاسلامیہ ٹنڈو الہ یار
۱۱۔ مولانا بدر عالم میرٹھی، شیخ الحدیث " "
۱۲۔ مولانا خیر محمد جالندھری، مہتمم خیر المدارس ملتان
۱۳۔ مولانا شمس الحق افغانی، وزیر امور مذہبی، ریاست قلات
۱۴۔ قاضی عبد الصمد سرباذی
۱۵۔ مولانا ابو جعفر محمد صالح، امیر حزب اللہ مشرقی پاکستان
۱۶۔ مولانا حبیب اللہ، مدرسہ عربیہ دار الہدیٰ ٹھیڑی شریف سندھ
۱۷۔ مولانا محمد صادق صاحب، مدرسہ مظہر العلوم، کھڈہ کراچی
۱۸۔ مولانا راغب احسن، نائب صدر جمعیت المدارس سر سنیہ شریف، مشرقی پاکستان
۱۹۔ مولانا محمد حبیب الرحمٰن " " " " "
۲۰۔ مولانا محمد علی جالندھری، صدر مجلس احرار اسلامی پاکستان ملتان
۲۱۔ مولانا عبد الحامد بدایونی، صدر جمعیت علماء پاکستان کراچی
۲۲۔ مولانا مفتی صاحب داد، مدرسۃ الاسلام، کراچی
۲۳۔ پیر محمد ہاشم مجددی، ٹنڈو سائیں، سندھ
۲۴۔ مولانا محمد داؤد غزنوی، صدر جمعیت اہلحدیث پاکستان، لاہور
۲۵۔ مولانا محمد اسمٰعیل ناظم " " " " "
۲۶۔ مفتی محمد جعفر حسین مجتہد، رکن بورڈ تعلیمات اسلام کراچی
۲۷۔ مفتی کفایت حسین مجتہد، ادارہ عالیہ تحفظ حقوق شیعہ پاکستان
۲۸۔ پیر محمد امین الحسنات، مانکی شریف، سرحد
۲۹۔ حاجی خادم الاسلام محمد امین، خلیفہ حاجی ترنگ زئی، سرحد
۳۰۔ مولانا ظفر احمد انصاری، سیکریٹری بورڈ تعلیمات اسلام کراچی
۳۱۔ پروفیسر عبد الخالق، رکن " " "

(تذکرہ مولانا محمد ادریسؒ)

محمد عمران اشرف عثمانی

اولاد کی تعلیم وتربیت میں

والدین کا کردار

الحمد للہ وکفیٰ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ

مسلمان ہوں یا کافر دونوں ہی بچوں کے لئے تعلیم وتربیت کو لازمی قرار دیتے ہیں اگر چہ مسلمانوں کی تعلیم وتربیت کا انداز اور کافر کی تعلیم وتربیت کا انداز جدا ہے، لیکن دونوں اپنے اپنے نظریے، مذہب اور عقائد کی بنیاد پر بچوں کی تعلیم وتربیت کے ضروری ہونے کے قائل ہیں:

اور اس کی وجہ یہ ہے کہ انسانی فطرت کے لحاظ سے بچپن کا دور ہی اس کی پوری زندگی کی بنیاد رکھنے کا زمانہ ہے۔ یہی زمانہ اس کی ذہن سازی کا ہوتا ہے۔ جیسا ذہن بچپن میں بنے گا۔ جوانی اور بڑھاپے تک، اس کے اثرات باقی رہیں گے۔ اگر اس کے اخلاق وکردار کو اچھی تعلیم وتربیت کے سانچے میں ڈھالا جائے گا تو یہ اس کی پوری زندگی کے لئے ایک سرمایہ ہوگا۔ اور اگر شروع میں بری عادتیں جڑ پکڑ گئیں تو آگے چل کر ان کی اصلاح نہایت مشکل ہوگی۔

ہم چونکہ مسلمان ہیں اس لئے ہم پر فرض ہے کہ بچوں کی تعلیم وتربیت اسلامی انداز میں کریں۔ ایک طرف تو دینِ اسلام ہمیں یہ حکم دیتا ہے کہ اپنی اولاد کی تعلیم وتربیت صحیح اسلامی طریقے کے مطابق ہونی چاہیئے اور اگر والدین اولاد کی صحیح تعلیم وتربیت نہ کریں تو وہ معصیت کے مرتکب ہوں گے۔ دوسری طرف والدین کا یہ بھی فرض ہے کہ وہ بچوں کے

سامنے اپنی زندگی کا بہترین عملی نمونہ پیش کریں۔

کیونکہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے بچہ کے اندر سیکھنے کا مادہ بہت وافر مقدار میں رکھا ہے اسی وجہ سے جب اس کا زمانہ طفولیت ہوتا ہے۔ تو وہ اپنے آس پاس کے انسانوں کی حرکات وسکنات دیکھ کر ویسی ہی حرکات اختیار کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب بچہ زبان سیکھتا ہے تو وہی زبان جو اس کے بڑے بولتے ہیں، بولنے کی کوشش کرتا ہے، یہ نہیں ہوتا کہ بڑے عربی زبان بولیں اور بچہ اردو بولنے کی کوشش کرے۔ اسی طرح بچہ وہی اندازِ زندگی سیکھے گا، جو انداز اس کے بڑے اختیار کریں گے۔ لہذا اگر بڑے اس کے سامنے ایک بہتر عملی نمونہ پیش کریں گے تو بچہ وہی نمونہ سیکھے گا۔ اور بڑے ہو کر اس کو اپنائے گا۔

یوں تو بچہ اپنے ہر بڑے کے اقوال واعمال سے متاثر ہوتا ہے۔ لیکن اس کی زندگی کی تعمیر میں والدین کا کردار سب سے زیادہ مؤثر ہے کیونکہ بچہ ہر کام والدین سے ہی سیکھتا ہے اس کا واسطہ بھی بنسبت اور انسانوں کے والدین سے زیادہ پڑتا ہے اس لئے اس کے صحیح مربّی (تربیت کرنے والے) والدین ہی ہو سکتے ہیں۔

چنانچہ اسلام نے والدین کو بچّوں کی صحیح تعلیم وتربیت کا ذمہ دار قرار دیا اور اس کے متعلق بہت سے احکام بھی نازل فرمائے۔ چنانچہ بہت سی قرآن حکیم کی آیات اس پر دلالت کرتی ہیں۔ نیز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بہت سارے ارشادات والدین کو بچوں کی تربیت سے متعلق ہیں۔

قرآن کریم کا ارشاد ہے:

(۱) وَأْمُرْ أَهْلَكَ بِالصَّلَوٰةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا۔ (طٰہٰ: ۱۳۲)

ترجمہ: اور اپنی اہل وعیال کو نماز کا حکم کیجئے اور اس پر ثابت قدم رہیئے۔

(۲) يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا قُوا أَنفُسَكُمْ وَأَهْلِيكُمْ نَارًا (التحریم: ۶)

ترجمہ: اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ۔

اسی طرح قرآن کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کے انبیاء علیہم السلام کے جو حالات مذکور ہوئے ہیں۔ ان میں بعض انبیاء کرام نے اپنی اولاد کو جو خاص نصیحتیں فرمائیں ان کو قرآن حکیم نے بطور خاص ذکر فرمایا ہے۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی اپنی اولاد کی تربیت کے متعلق یہ وہ نصائح ہیں کہ اگر آج والدین ان کو پلّے باندھ لیں۔ تو ان کی اولاد کبھی بے راہ روی کا شکار نہ ہو۔ انبیاء کرام علیہم السلام کی یہ نصیحتیں جو قرآن کریم میں مذکور ہیں۔ ذیل میں معارف القرآن کی تشریح کے ساتھ نقل کی جاتی ہیں۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت لقمان علیہ السلام کے کچھ کلمات حکمت کا ذکر فرمایا ہے۔ جو انہوں نے اپنے بیٹے کو مخاطب کر کے ارشاد فرمائے تھے وہ کلماتِ حکمت قرآنِ حکیم نے اس لئے نقل فرمائے کہ دوسرے لوگ بھی ان سے فائدہ اُٹھا سکیں۔

حضرت لقمان علیہ السلام کی اپنے بیٹے کو وعظ و نصیحت

وَلَقَدْ آتَيْنَا لُقْمَانَ الْحِكْمَةَ أَنِ اشْكُرْ لِلَّهِ وَمَنْ يَشْكُرْ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ ○ وَإِذْ قَالَ لُقْمَانُ لِابْنِهِ وَهُوَ يَعِظُهُ يَا بُنَيَّ لَا تُشْرِكْ بِاللَّهِ إِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيمٌ ○ يَا بُنَيَّ إِنَّهَا إِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِي صَخْرَةٍ أَوْ فِي السَّمَاوَاتِ أَوْ فِي الْأَرْضِ يَأْتِ بِهَا اللَّهُ إِنَّ اللَّهَ لَطِيفٌ خَبِيرٌ ○ يَا بُنَيَّ أَقِمِ الصَّلَاةَ وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاصْبِرْ عَلَىٰ مَا أَصَابَكَ إِنَّ ذَٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ ○ وَلَا تُصَعِّرْ خَدَّكَ لِلنَّاسِ وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُورٍ ○ وَاقْصِدْ فِي مَشْيِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ إِنَّ أَنْكَرَ الْأَصْوَاتِ لَصَوْتُ الْحَمِيرِ ○ (سورۂ لقمان آیت ۱۲ تا ۱۹)

ترجمہ : ——— اور ہم نے لقمان کو دانشمندی عطا فرمائی (اور ساتھ ہی یہ حکم دیا) کہ اللہ تعالیٰ کا شکر کرتے رہو اور جو شخص شکر کرے گا وہ اپنے ذاتی نفع کے لئے شکر کرتا ہے اور جو ناشکری کرے گا تو اللہ تعالیٰ بے نیاز (اور سب) خوبیوں والا ہے اور جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ بیٹا خدا کیساتھ کسی کو شریک مت ٹھیرانا، بے شک شرک کرنا بڑا بھاری ظلم ہے۔

بیٹا (حق تعالیٰ کا علم اور قدرت اس درجہ ہے کہ) اگر (کسی کا) کوئی عمل رائی کے دانہ کے برابر ہو (اور) پھر وہ کسی پتھر کے اندر رکھا ہو یا وہ آسمانوں کے اندر ہو یا وہ زمین کے اندر ہو تب بھی اس کو اللہ تعالیٰ حاضر کر دے گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ بڑا باریک بیں اور باخبر ہے (اور اعمال کے باب میں یہ نصیحت کی کہ) بیٹا نماز پڑھا کرو اور اچھے کاموں کی نصیحت کیا کرو

اور برے کاموں سے منع کیا کر اور تجھ پر جو مصیبت واقع ہو اس پر صبر کیا کر یہ (صبر کرنا) ہمت کے کاموں میں سے ہے اور (اخلاق و عادات کے باب میں یہ نصیحت کی کہ بیٹا) لوگوں سے اپنا رُخ مت پھیر اور زمین پر اترا کر مت چل، بیشک اللہ تعالیٰ کسی تکبر کرنے والے، فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتے اور اپنی رفتار میں اعتدال اختیار کر اور (بولنے میں) اپنی آواز کو پست کر بیشک آوازوں میں سب سے بُری آواز گدھوں کی آواز (ہوتی) ہے۔ (تفصیل کیلئے معارف القرآن ج ۷ صـ ۳۱ ملاحظہ فرمائیں)

اسی طرح حضرت نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو طوفان نوح کے آنے کے بعد آخر وقت تک نصیحت فرمائی جس کو قرآنِ حکیم نے اس طرح ذکر فرمایا ہے۔

وھی تجری بھم فی موج کالجبال ونادیٰ نوح ابنہ وکان فی معزل یابنیّ ارکب معنا ولا تکن مع الکافرین ○ (سورۂ ہود ۴۲)

اور وہ کشتی ان کو پہاڑ جیسی موجوں میں چلنے لگی اور نوح (علیہ السلام) نے اپنے بیٹے کو پکارا اور وہ علیحدہ مقام پر تھا کہ اے میرے پیارے بیٹے ہمارے ساتھ سوار ہو جا اور (عقیدہ میں) کافروں کے ساتھ مت ہو (یعنی کفر کو چھوڑ دے کہ غرق سے بچ جاوے (تفسیر معارف القرآن ج ۴ صـ ۲۲۴) (جاری)

بے برکتی اور رزق کی کمی کے اسباب

ارشاد فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِنَّ الرَّجُلَ لَیُحْرَمُ الرِّزقَ بِالذَّنْبِ یُصِیْبُہٗ، (بیشک آدمی محروم ہو جاتا ہے رزق سے گناہوں کے سبب جس کو وہ اختیار کرتا ہے۔ ابن ماجہ میں عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ہم دس آدمی حضورؐ کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپ ہماری طرف متوجہ ہو کر ارشاد فرمانے لگے پانچ چیزیں ہیں میں خدا کی پناہ چاہتا ہوں کہ تم ان کو پاؤ جب کسی قوم میں بے حیائی کے افعال علی الاعلان ہونے لگیں وہ طاعون میں مبتلا ہونگے اور ایسی ایسی بیماریوں میں گرفتار ہوں گے جو ان کے بڑوں کے وقت میں نہیں ہوئیں اور جب کوئی قوم ناپنے تولنے میں کمی کریگی قحط اور تنگی اور ظلم حکام میں مبتلا ہونگے اور نہیں بند کیا کسی قوم نے زکوٰۃ کو، مگر بند کیا جائے گا بارانِ رحمت ان سے اگر بہائم نہ ہوتے تو کبھی ان پر بارش نہ ہوتی، اور نہیں عہد شکنی کی کسی قوم نے، مگر مسلط کرے گا اللہ تعالیٰ ان کے دشمن کو غیر قوم سے، جبراً لے لیں ان سے ان کے اموال کو۔ (جزاء الاعمال صـ ۴)

مولانا محمد تقی عثمانی
مترجم ـــــ محمد عبداللہ میمن
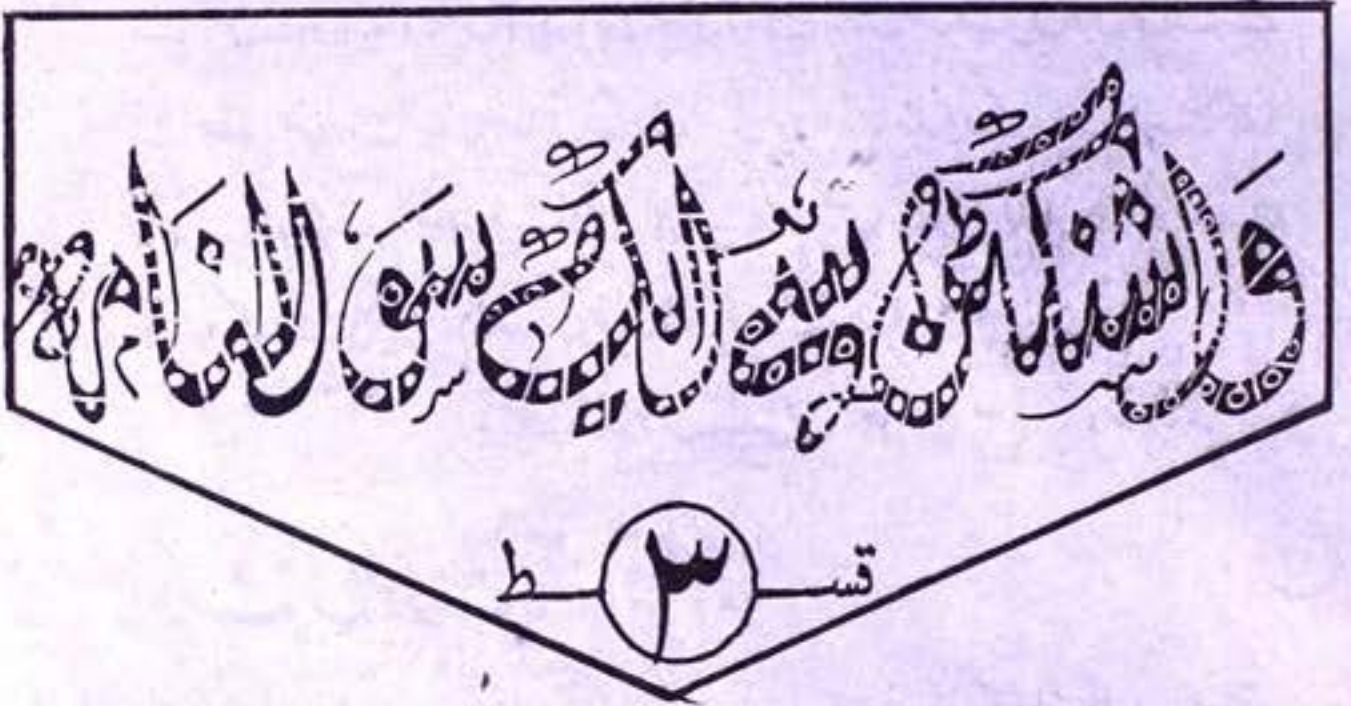
شرعی محرم کے بغیر سفر کرنا

سوال نمبر (۷) بہت سی مسلمان عورتیں کسب معاش کے لئے یا تعلیم حاصل کرنے کی غرض سے تنہا دور دراز کے ممالک کا سفر کرتی ہیں۔ سفر میں نہ تو شرعی محرم ان کے ساتھ ہوتا ہے اور نہ ان کے ساتھ جان پہچان والی عورتیں ہوتی ہیں اس صورت میں ان کے لئے شرعاً کیا حکم ہے؟ کیا ان کے لئے اس طرح تنہا سفر کرنا جائز ہے؟

جواب :۔ (۷) مسلم شریف میں حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"کوئی عورت تین روز (یعنی شرعی مسافت ۴۸ میل) سے زیادہ سفر نہ کرے اِلّا یہ کہ اس کے ساتھ اس کا شوہر یا اس کا محرم ہو"

مندرجہ بالا حدیث میں صراحت کیساتھ عورت کو تنہا سفر کرنے سے ممانعت فرمادی گئی ہے اور جمہور فقہاء نے اسی حدیث سے استدلال کرتے ہوئے فرض حج کے لئے بھی شرعی محرم کے بغیر سفر کرنے کو ناجائز کہا ہے۔ جبکہ اس کے مقابلے میں تعلیم اور کسب معاش تو بہت کم درجہ کی چیزیں ہیں جن کی مسلمان عورتوں کو ضرورت ہی نہیں ہے اس لئے کہ خود شریعت اسلامیہ نے اس کی کفالت کی ذمہ داری شادی سے پہلے اس کے باپ پر اور شادی کے بعد شوہر پر ڈالی ہے اور عورت کو اس کی اجازت نہیں دی کہ وہ شدید ضرورت کے بغیر گھر سے نکلے۔ لہٰذا

کسب معاش اور حصول تعلیم کے لئے اس طرح بغیر محرم کے سفر کرنا جائز نہیں۔

ہاں! اگر کوئی عورت ایسی ہے جس کا نہ تو شوہر اور نہ باپ ہے اور نہ ہی کوئی دوسرا ایسا رشتہ دار ہے جو اس کی معاشی کفالت کر سکے اور نہ خود اس عورت کے پاس اتنا مال ہے جس کے ذریعے وہ اپنی ضروریات پوری کر سکے۔ اس صورت میں اس عورت کے لئے بقدر ضرورت کسب معاش کے لئے شرعی پردہ کی پابندی کے ساتھ گھر سے نکلنا جائز ہے اور جب یہ مقصد اپنے وطن اور اپنے شہر میں رہ کر بھی باآسانی پورا ہو سکتا ہے تو اس کے لئے کسی غیر مسلم ملک کی طرف سفر کرنے کی ضرورت نہیں۔

(دیکھئے: مغنی لابن قدامہ، ص ۱۹۰ ج ۳) واللہ اعلم

غیر مسلم ملک میں عورت کا تنہا قیام کرنا

سوال (۸): بعض مسلمان عورتیں اور نوجوان لڑکیاں جدید تعلیم کے حصول کے لئے یا کسب معاش کے لئے غیر مسلم ممالک میں بعض اوقات تنہا اور بعض اوقات غیر مسلم عورتوں کے ساتھ رہائش اختیار کر لیتی ہیں ان عورتوں کا اس طرح تنہا یا غیر مسلم عورتوں کے ساتھ رہائش اختیار کرنا کیسا ہے؟ شرعاً جائز ہے یا نہیں؟

جواب (۸): جیسا کہ ہم نے اوپر ساتویں سوال کے جواب میں عرض کیا کہ ایک مسلمان عورت کے لئے حصول معاش کے لئے یا حصول تعلیم کے لئے محرم کے بغیر تنہا غیر مسلم ممالک کا سفر کرنا جائز نہیں۔ اسی طرح قیام کرنا بھی جائز نہیں۔ ہاں! اگر کسی عورت نے محرم کے ساتھ کسی غیر مسلم ملک کا سفر کیا تھا اور وہاں رہائش پذیر ہو کر اس کو اپنا وطن بنا لیا تھا پھر یا تو اس عورت کے محرم کا وہاں انتقال ہو گیا۔ یا کسی وجہ سے وہ محرم وہاں سے سفر کر کے کسی اور جگہ چلا گیا۔ اور وہ عورت وہاں تنہا رہ گئی، اس صورت میں اس عورت کے وہاں تنہا قیام کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ بشرطیکہ وہ عورت وہاں رہ کر شرعی پردہ کی پابندی کرے۔ واللہ اعلم

جن ہوٹلوں میں شراب اور خنزیر کی خرید و فروخت ہوتی ہو۔ ان میں ملازمت کرنے کا حکم

سوال (۹): وہ مسلمان طلبہ جو حصول تعلیم کے لئے غیر مسلم ممالک کا سفر کر کے وہاں تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ ان کے معاشی اخراجات اور تعلیمی اخراجات کے لئے وہ رقوم ناکافی ہوتی ہیں۔ جو ان کے

والدین وغیرہ کی طرف ان کے لئے بھیجی جاتی ہیں، چنانچہ وہ طلبہ مجبوراً معاشی اور تعلیمی اخراجات پورے کرنے کے لئے حصول تعلیم کے ساتھ ساتھ وہاں ملازمت بھی اختیار کرلیتے ہیں۔ اور بعض اوقات ان طلبہ کو وہاں پر ایسے ہوٹلوں میں ملازمت ملتی ہے جن میں شراب اور خنزیر کی خرید و فروخت ہوتی ہے۔ کیا ان طلبہ کے لئے ایسے ہوٹلوں میں ملازمت اختیار کرنا جائز ہے؟

سوال (۱۰): بعض مسلمان غیر مسلم ممالک میں شراب بنا کر بیچنے کا پیشہ اختیار کر لیتے ہیں۔ کیا اس طرح غیر مسلموں کے لئے شراب بنا کر بیچنا یا خنزیر بیچنا جائز ہے؟

جواب (۹): ایک مسلمان کے لئے غیر مسلم کے ہوٹل میں ملازمت اختیار کرنا جائز ہے۔ بشرطیکہ وہ مسلمان شراب پلانے یا خنزیر یا دوسرے محرمات کو غیر مسلموں کے سامنے پیش کرنے کا عمل نہ کرے اس لئے کہ شراب پلانا یا اس کو دوسروں کے سامنے پیش کرنا حرام ہے۔

(۱۰) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

لعن الله الخمر وشاربها وساقيها وبائعها ومبتاعها وعاصرها ومعتصرها وحاملها والمحمولة اليه.

اللہ جل شانہ نے شراب پر، اس کے پینے والے، اس کے پلانے والے، اس کے بیچنے والے، اس کے خریدنے والے، اس کو نچوڑنے والے اور جس کے لئے وہ نچوڑی جائے اور اس کے اٹھانے والے اور جس کی طرف اٹھا کر لیجائی جائے اور ان سب پر لعنت فرمائی ہے۔

(ابوداؤد، کتاب الاشربہ، باب العنب یعصر للخمر، حدیث نمبر ۳۶۷۴ - ص ۳۲۶ - ج ۳)

ترمذی شریف میں حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

لعن رسول الله صلى الله عليه وسلم في الخمر عشرة: عاصرها ومعتصرها وشاربها وحاملها والمحمولة اليه وساقيها وبائعها وآكل ثمنها والمشتري لها والمشتراة له.

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب سے متعلق دس اشخاص پر لعنت فرمائی ہے شراب نچوڑنے والا، جس کے لئے نچوڑی جائے، اس کو پینے والا، اٹھانے والا جس کے لئے اٹھائی جائے، پلانے والا، بیچنے والا، شراب بیچ کر اس کی قیمت کھانے والا، خریدنے والا، جس کے لئے خریدی جائے۔

(ترمذی شریف، کتاب البیوع، باب ما جاء فی بیع الخمر، حدیث نمبر ۱۳۱۳، ص ۳۸۰ ج ۲)

ابن ماجہ میں بھی حضرت انس رضی اللہ عنہ کی حدیث کے الفاظ اس طرح ہیں :

عاصرها، ومعتصرها والمعصورة له وحاملها والمحمولة له وبائعها والمبيوعة له وساقيها والمستقاة له۔

شراب نچوڑنے والا، نچڑوانے والا، جس کے لئے نچوڑی جائے، اس کو اٹھانے والا، جس کے لئے اٹھائی جائے۔ اس کو فروخت کرنے والا، جس کو فروخت کیجائے پلانے والا، جس کو پلائی جائے ۔

(ابن ماجہ، ص ۱۱۲۲ ج ۲، کتاب الاشربۃ، باب لعنت الخمر علی عشرۃ اوجہ، حدیث نمبر ۳۳۸۱)

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی یہ حدیث روایت کی ہے۔

قالت : لما نزلت الآيات من آخر سورة البقرة خرج رسول الله صلى الله عليه وسلم فاقترأهن على الناس، ثم نهى عن التجارة فى الخمر۔

فرماتی ہیں کہ جب سورہ بقرہ کی آخری آیات نازل ہوئیں تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم گھر سے باہر تشریف لے گئے اور وہ آیات لوگوں کو پڑھ کر سنائیں اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے شراب کی تجارت اور خرید وفروخت کی ممانعت کردی ۔

(بخاری شریف، کتاب البیوع، کتاب المساجد، کتاب التفسیر، تفسیر سورۃ البقرہ، مسلم شریف کتاب البیوع، باب تحریم بیع الخمر)

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول مرفوعاً نقل کیا ہے کہ :

إن الذى حرم شربها حرم بيعها ۔

جس ذات نے شراب پینے کو حرام قرار دیا ہے، اسی ذات نے اس کی خرید وفروخت بھی حرام قرار دی ہے ۔

اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی مسند میں یہ روایت نقل کی ہے کہ :

عن عبد الرحمن بن وعلة، قال، سألت ابن عباس فقلت : إنا بأرض لنا بها الكروم، وان أكثر غلاتها الخمر، فذكر ابن عباس أن رجلا أهدى الى النبى صلى الله عليه وسلم راوية خمر فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم : ان الذى حرم شربها حرم بيعها

عبدالرحمن بن وعلہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ میں نے ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے سوال کیا کہ ہم ایسے علاقے میں رہتے ہیں جہاں ہمارے پاس انگور کے باغات ہیں ۔ اور ہماری آمدنی کا بڑا ذریعہ شراب ہی ہے

اس کے جواب میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک شخص نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر شراب کی ایک مشک بطور ہدیہ کے پیش کی۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس شخص سے فرمایا: جس ذات نے اس کے پینے کو حرام قرار دیا ہے۔ اس کی خرید فروخت کو بھی حرام قرار دیا ہے۔"

(مسند احمدؒ۔ ج ۱۔ ص ۲۴۴)

مندرجہ بالا احادیث سے یہ مسئلہ بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ شراب کی تجارت بھی حرام ہے اور اجرت پر اس کو ایک جگہ سے دوسری جگہ اٹھا کر لیجانا، یا پلانا سب حرام ہے اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے فتوی سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ اگر کسی علاقے میں شراب بنانے اور اس کی خرید و فروخت کا عام رواج ہو۔ وہاں بھی کسی مسلمان کے لئے حصول معاش کے طور پر شراب کا پیشہ اختیار کرنا حلال نہیں۔

اور میرے علم کے مطابق فقہاء میں سے کسی فقیہ نے بھی اس کی اجازت نہیں دی

واللہ اعلم بالصواب (جاری)

مِسواک
ہمدرد انٹرنیشنل ٹوتھ پیسٹ

Hamdard
MISWAK TOOTH PASTE

درخت پیلو/مسواک کی بہ حیثیت محافظِ دنداں سب سے پہلے نبی
دریافت ارضِ قرآن اور مطلعِ اسلام مدینۂ منورہ میں ہوئی
اور پھر عہد بہ عہد متعدد تہذیبوں نے اور مختلف ثقافتوں نے
مسواک کی سُنّت اور بے انتہا افادیت سے ہمیشہ فیض پایا ہے۔
آج کہ سائنس انکشافات کی عظمتوں کو پا رہی ہے اور انکشافات
کی رفعتوں کو چھو رہی ہے، عصری سائنس نے مسوڑھوں کی صحت
اور دانتوں کی حفاظت کے لیے پیلو/مسواک کی افادیت کی
بہ ہمہ وجوہ تائید کی ہے۔

ہمدرد کو یہ امتیاز حاصل ہوا ہے کہ اس نے بہ ہمہ تحقیقاتِ سائنس
محافظِ دنداں درخت پیلو/مسواک سے اپنی سائنسی لیبوریٹریوں
میں پہلے ہمدرد پیلو ٹوتھ پیسٹ تیار کیا اور پھر اب پیلو فارمولے
سے بین الاقوامی ٹوتھ پیسٹ 'مسواک' پیش کیا اور تمام دنیا
کے لیے حفاظتِ دنداں کا سامان کیا۔

مِسواک
ہمدرد انٹرنیشنل ٹوتھ پیسٹ

ہم خدمتِ خلق کرتے ہیں

پیلو کے بڑے سائز کے طور پر اب پاکستان میں مسواک بھی دستیاب ہے۔

آوازِ اخلاق

ترتیب :- مولانا محمد ابراہیم صاحب، خطیب سیالکوٹی (مقیم انگلینڈ)

ملفوظات حضرت مولینا محمد ادریس صاحب کاندھلوی

رحمۃ اللہ علیہ

دوسری قسط

ارشاد : ——— فرمایا مولوی صاحب، میرے والد صاحب نے جب مجھے دینی تعلیم کے لئے قرآن مجید حفظ کرانے کے بعد بھیجا تو ایک ڈاکٹر صاحب جو میرے ابا کے دوست تھے یا ملنے والے تھے کہنے لگے کہ ادریس تو مسجد کا مینڈھا بنے گا ۔ دو تین بار یہی نقرہ ڈاکٹر صاحب نے دہرایا ابا رعایتہً خاموش رہے ۔ پھر دوسرے وقت جب ملاقات ہوئی تو پھر وہی نقرہ کہا ادریس تو بس مسجد کا مینڈھا بنے گا ابا نے پھر خاموشی اختیار فرمالی ۔ مگر تیسری ملاقات میں پھر انہوں نے وہی کلمہ کہا کہ ادریس تو بس مسجد کا مینڈھا ہی بنے گا ۔ آپ نے اس کو کہاں بھیجدیا ۔ اب ابا سے نہ رہا گیا جواباً گرجدار لہجے میں فرمایا ۔ سنیئے ڈاکٹر صاحب مسجد کا مینڈھا دنیا کے کتے سے لاکھ درجہ بہتر ہے ۔ بس تو وہ صاحب دم بخود ہو گئے ۔

اچھا صاحب ۔ مولوی صاحب، میرے ابا بڑے با اخلاق تھے ۔ مگر دینی حمیت اور غیرت ایمانی بھی بہت تھی ان کی تہجد تلاوت قرآن شریف اور تلاوت بخاری شریف قضا نہ ہوتی تھی ۔ حضرت تھانوی سے بہت بے تکلف تھے ۔ جا کر کہدیتے تھے ۔ مولوی اشرف علی یہ لے ایک روپیہ چھ آنے، تیرے آنے کا کرایہ اور چھ آنے تیرے جانے کا اور چار آنے تیرے راستے کے کھانے کے جب تیرے پاس فرصت ہو، ہمارے ہاں کاندھلہ میں آ کر وعظ کہہ جائیو ۔ حضرت تھانوی لے لیتے تھے اور آ کر وعظ بھی فرما جاتے تھے ۔ اچھا صاحب ۔

ارشاد فرمایا : ——— مولوی صاحب میرے ابا مولوی زکریا (حضرت شیخ الحدیث مولینا زکریا صاحب قدس سرہٗ) کے نانا کے شاگرد تھے تو مولوی صاحب ! میرے ابا مولوی زکریا کے نانا مفتی مظفر حسین کاندھلوی سے دورہ حدیث تک پڑھ کر فارغ ہوئے

تو اصلاح باطن کے لئے حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ بیعت کی درخواست کی تو حضرت گنگوہی نے فرمایا کہ مولوی اسمٰعیل مجھے تو بیعت کی ضرورت نہیں تجھے تو درجہ احسان حاصل ہو چکا ہے۔ یہ سب کچھ اس لئے ہوتا ہے کہ درجۂ احسان (ان تعبد اللہ کانک تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک، حدیث جبریل) حاصل ہو جائے۔ جب وہ تجھے حاصل ہے تو اب بیعت کیسی؟ ابا نے پھر اصرار کیا تو حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا یہ تو وہ بات ہو گئی جیسے ایک صاحب مثنوی مولینا روم میں مہارت رکھنے کے بعد مصر ہوں کہ کوئی مجھے گلستان، بوستان پڑھا دے۔

ایک بار حضرت والا نے مجھ سے دریافت فرمایا کہ درویش تیری شادی ہو گئی؟ میں نے عرض کیا کہ نہیں۔ فرمایا اچھا جب تیری شادی ہو جائے تو بیوی سے کہدینا۔ محلے کی جو بچی آئے اس کو قرآن پڑھا دیا کرے اور دنیا کی بکواسات سے الگ تھلگ رہے۔ اچھا صاحب میں نے بھی اپنی بیوی سے کہدیا تھا تو بھی کہہ دیجیو۔

ارشاد: ــــــــــ فرمایا مولوی صاحب میں کہتا ہوں جس نے بیوی کو حج کرا دیا اس نے اس کے تمام حقوق ادا کر دیئے، مزاحاً مزید یہ بھی فرمایا کہ میرے ایک دوست کہتے تھے کہ جب حق تعالیٰ شانہٗ میرے صغائر (گناہ) کو معاف فرمانے کا ارادہ فرماتے ہیں تو گاڑی میں تیسرے درجہ کا سفر کراتے ہیں۔ اور جب کبائر (گناہ) کا کفارہ منظور ہوتا ہے تو بیوی بچے ساتھ ہوتے ہیں۔ (وما اصابکم من مصیبۃ فبما کسبت ایدیکم ویعفو عن کثیر)

میرے ایک دوست نے مجھے بتایا کہ مجھے ایک بار حضرت والا نے کچھ پیسے دیکر فرمایا کہ مولوی صاحب مجھے بازار سے ازار بند (ناڑے) شلوار کے لئے لا دے۔ میں جانے لگا تو بلا کر فرمایا کہ مولوی صاحب سوت کی تحقیق میں مت پڑ جائیو کہ سوت اچھا ہے یا بُرا بس شلوار بندھ جائے۔ ہٰذا ہو المقصود۔

اچھا صاحب یہ اس لئے کہہ رہا ہوں کہ جتنی دیر سوت کی تحقیق کرتے رہو گے اور اس پر دوکاندار سے بحث و تمحیص پر وقت خرچ کرو گے اتنی دیر میں کچھ حصہ قرآن پاک یا کسی دینی کتاب کا مطالعہ کر لو گے۔ اچھا صاحب سوت کی تحقیق میں ہرگز نہ پڑنا۔

جس سال ہماری بخاری شریف ختم ہوئی تو بخاری شریف کی آخری حدیث پڑھی جانے کے بعد حضرت نے طویل دعا خیر فرمائی۔ عجیب سماں تھا۔ وہ نقشہ اب تک یاد ہے۔ جب حضرت والا، دارالحدیث جامعہ اشرفیہ سے باہر تشریف لائے (یہ آخری سال تھا نیلا گنبد میں دورہ حدیث شریف کا پھر دورہ حدیث شریف کے اسباق نئی عمارت فیروز پور روڈ مسلم ٹاؤن

میں ہونے لگ گئے) تو حضرت کے ایک فرزند حضرت والا کے ساتھ ہوئے حضرت والا
اپنے مکان واقع انار کلی کی طرف جا رہے تھے میں بھی تھوڑی دیر کے لئے ساتھ ہو لیا تو فرمایا مولوی
صاحب مجھے اس بیٹے سے بہت ڈر لگتے ہے ۔ میں نے عرض کیا حضرت یہ تو ابھی بچہ ہے
فرمایا یہ سیاسی ہے ۔ میں نے عرض کیا ۔ حضرت اس کو تو ابھی کچھ بھی پتہ نہیں یہ بیچارہ کیا جانے
سیاست ۔ فرمایا اس کی ہر بات گول مول ہوتی ہے ۔ یہ کام سیاسی لوگوں کا ہے ۔ گول مول بات
کرنا ۔ پھر مجھ سے فرمایا کہیں تو تو سیاسی نہیں ۔

جب حضرت والا کے انار کلی والے مکان کا فیصلہ سرکاری طور پر ہو گیا اور حضرت
کو مل گیا ۔ تو حضرت نے تمام طلباء شرکاء دورہ حدیث کو لڈو کھلائے ۔ میں اس دن اپنے مشفق
و مربی استاذ اور چچا حضرت اقدس مولینا بشیر احمد صاحبؒ کی خدمت میں پسرور (سیالکوٹ)
گیا ہوا تھا ۔ واپس آیا ۔ تو بخاری کے سبق کے بعد گھر لے گئے اور گھر لے جا کر چھ عدد نہایت
نفیس موتی چور لڈو ، میرے سامنے رکھے اور فرمایا میرے سامنے بیٹھ کے سارے کھا جا ۔ کسی
کے لئے نہ لے جا ان کو کھلا چکا ہوں ۔ انہوں نے تو تجھ سے ان کا تذکرہ تک نہ کیا ہو گا اور
تو ان کو لے جا کے کھلاتا پھرے یہ سب تیرے ہیں تو ہی کھا ۔

اس سال حضرت مولینا عبد الرحیم صاحب مرحوم فرزند ارجمند حضرت اقدس مفتی محمد حسن
صاحب قدس سرہ دورہ حدیث میں ہمارے ساتھ تھے ۔ حضرت کے پوچھنے پر بولے کہ حضرت
دقت ہو گیا تو حضرت نے مشفقانہ انداز میں فرمایا اپنی آمد کی اطلاع دے رہے ہو یا دقت کی ؟

جس سال ہم لوگ دورہ حدیث شریف میں تھے تو طلباء نے کھانے پینے کا خصوصی پروگرام
بنالیا تو چندہ مہم شروع ہوئی ۔ حضرت اقدس مفتی محمد حسن صاحب قدس سرہٗ نے نوے روپے
اپنی جیب خاص سے عطا فرما دئے ۔ حضرت مولینا محمد رسول خاں صاحب نے ایک روپیہ
فی طالبعلم عطا فرمایا ۔ باقی اساتذہ کرام دورہ نے بھی طلباء کی نقدی سے حوصلہ افزائی فرمائی ۔
تو ہم لوگ حضرت کے دولت کدہ پر واقع انار کلی اسی غرض سے حاضر ہوئے تو حضرت والا
نے فرمایا ۔ بیس روپے تو میری طرف سے ہیں اور تیس روپے کسی اور نے تم لوگوں کو
اسی مد میں دیئے ہیں ۔ ہم میں سے ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت ہم نے سنا ہے کہ
حضرت والا نے پچھلے سال شرکاء دورہ حدیث کو پچاس روپے عنایت فرمائے تھے تو حضرت
والا نے نہایت بے تکلفی سے فرمایا کہ اچھا صاحب پچھلے سال پچاس کی گنجائش تھی اب نہیں
بطیب خاطر یہی ہے کوئی جبر تھوڑا ہی ہے ۔ میں نے عرض کیا حضرت کوئی بات نہیں ، ہمیں
تو حضرت والا کے دست حق پرست سے پچاس ہی ملے ہیں ۔ بعد میں معلوم ہوا کہ وہ تیس
روپے حضرت والا کی اہلیہ محترمہ نے دیئے تھے ۔ حضرت نے ایک تنبیہ فرمائی کہ میں نے

سنا ہے کہ تم لوگ شہر کے دو مشہور سربرآوردہ علماؒ کا نام لے کر (جواب وفات پا چکے ہیں) فرمایا ان کو شریک کرنا چاہتے ہو، خبردار ایسا ہرگز نہ کرنا۔ مجھے ہرگز پسند نہیں تم لوگ ہم کو بھی نہ بلاؤ ہم نے عرض کیا۔ حضرت رقم بہت ہے، کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ آپ حضرات اساتذہ کرام بھی تشریف لاکر ہماری خوشی میں شریک ہوں اور مذکورۃ الصدر دو حضرات بھی۔

فرمایا۔ اگر رقم بچ جائے تو دوسری بار پھر کھاؤ اور بچ جائے تو تیسری بار پھر کھاؤ ان تکلفات میں کچھ نہیں رکھا۔ سوائے اس کے کہ تم کہو گے جب ہم دورہ سے فارغ ہوئے تو ہماری ضیافت میں فلاں فلاں بھی شریک ہوئے تھے۔ اس پر فخر کرتے پھرو گے اور کچھ بھی نہیں

مولوی صاحب یہ بھی شعبہ ہے کبر کا۔ اچھا صاحب۔ چنانچہ ہم نے کئی بار خوشی منائی خوب مزے اڑائے۔

حضرت والا بعد نماز عصر تا مغرب گھر پر بخاری جلد ثانی پڑھاتے تھے۔ ہم لوگ وہیں حاضر ہوتے تھے۔ مکان والے آخری سبق کے بعد فرمایا کہ مولوی صاحب! تم سب میرے محسن ہو۔ میں تمہارا شکر گزار ہوں۔ مولوی صاحب تم نہ آؤ۔ تو ہمیں مدرسہ والے ایک آنہ تنخواہ نہ دیں۔ رزق کا ذریعہ ہو۔ تم نہ آؤ تو مطالعہ کہاں؟ تو تم میرے اضافہ علمی کا ذریعہ ہو۔ تمہاری وجہ سے غائبانہ ہماری عزت و محبت تمہارے والدین اور رشتہ داروں تک کے دلوں میں ہے اور انشاء اللہ تم ہماری آخرت بھی ہو گے۔ تمام طلباؒ گوش برآواز تھے۔ حضرت نے فرمایا مولوی صاحب اگر تم مجھے اپنا استاذ سمجھتے ہو اور میرا کچھ اپنے اوپر حق سمجھتے ہو تو خدارا مجھے کہا سنا اب معاف کردو میں تم سے معافی چاہتا ہوں۔ حضرت والا کی آواز بھرا گئی طلباء میں کہرام مچ گیا۔ سب رونے لگ گئے۔ پھر فرمایا یہ ڈانٹنا بھی سند متصل کے ساتھ چلا آرہا ہے۔ میں نے حدیث حضرت اقدس مولینا انور شاہ صاحب سے بھی پڑھی اور مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوری سے بھی کبھی کبھی حضرت شاہ صاحب بھی فرماتے تھے۔ ایھا الجاھلون۔ ایھا الجھال، اور مولانا خلیل احمد صاحب فرماتے سیدھے جنگل سے آکر سبق میں بیٹھ گئے۔

پھر فرمایا ان حضرات کے ہاں ہندی کی چندی تھوڑی نکالی جاوے تھی۔ تقاریر عام طور پر بہت مختصر ہوتی تھیں وضاحتاً فرمایا جب یہ حدیث آئی۔

ھل علی غیرھن قال علیہ السلام لا الا ان تطوع۔ حضرت شاہ صاحب نے بس اتنا فرمایا۔ مستثنیٰ متصل اور منقطع کا جھگڑا ہے۔ احناف کے ہاں دلیل۔ لا تبطلوا اعمالکم ہے۔ چلو آگے ——— طویل تقاریر تو اب تم لوگوں کی وجہ سے ہیں اس وقت

کسب تھیں۔

ارشاد: ــــــ فرمایا مولوی صاحب، جب تم ہدایہ توضیح، ملاحسن، مطول، صدرا بیضاوی جیسی کتابیں پڑھاؤ گے تو شیطان تمہارے دل میں وسوسہ ڈالے گا کہ اب تم بڑے عالم بن گئے ہو۔ تو جواب دینا کہ بڑا عالم جب بنوں گا جب بخاری مسلم، ترمذی پڑھانے لگوں گا۔ اگر مولوی صاحب خدا نے تمہیں یہ کتب حدیث پڑھانے کا موقع دیا تو اس وقت اگر شیطان کبر یا عجب میں مبتلا کرنا چاہے تو اس کا دفعیہ بتاتا ہوں، وہ یہ ہے کہ بہت بڑا عالم جب بنوں گا جب یہ تمام کتب بغیر مطالعہ کے پڑھانے لگوں گا ــــــ مولوی صاحب یہ نوبت تم پر نہیں آنے کی۔ اچھا صاحب، عالم تو تھے۔ حضرت شیخ الہندؒ اور حضرت مولینا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ مولوی صاحب! وہ ہدایہ آخرین، صدرا، مطول، توضیح، خیالی، قاضی حمد اللہ کیساتھ ساتھ کتب حدیث بھی پڑھاتے تھے۔ ہم سے فرماتے، کہاں سے سبق ہوگا۔ ہم انگلی رکھتے یا زبانی عرض کرتے بس تدریس شروع ہو جاتی، ان کے گھر میں سوائے سادہ قرآن مجید اور ترمذی شریف کے کوئی کتاب نہ تھی بغیر مطالعہ کئے پڑھاتے تھے۔ اچھا صاحب۔ میں روزانہ چھ گھنٹے شروح بخاری کا مطالعہ کرتا ہوں۔ تب تم کو تین گھنٹے بخاری پڑھاتا ہوں۔ مولوی صاحب یہ کوئی علم ہے علم تو ہمارے اکابر حضرت شاہ صاحب حضرت مولینا شبیر احمد صاحب عثمانی کے پاس تھا۔ میں (محمد ابراہیم) نے عرض کیا، حضرت بسا غنیمت ہے۔ آپ روزانہ چھ گھنٹے مطالعہ فرما کر ہمیں تین گھنٹے ایسا عمدہ اور نفیس سبق پڑھا دیتے ہیں۔ حضرت میرے جیسا چھ ماہ لگا رہے۔ ایسا سبق ایک گھنٹہ نہیں پڑھا سکتا۔ حضرت والا خاموش ہو گئے۔

ارشاد: ــــــ ایک موقع پر مجھ سے فرمایا کہ مولوی صاحب تو میری کتابوں کے بارے میں کیا کہتے؟ میں نے عرض کیا۔ حضرت والا کے علوم علماء اور میرے جیسے طلباء تو سمجھ لیتے ہیں۔ مگر عوام نہیں سمجھ سکتے۔ عمیق اور دقیق ہیں ــــــ فرمایا، اچھا صاحب لوگوں سے کہو وہ علم و سمجھ حاصل کریں۔ تاکہ اہل علم کے کلام کو سمجھ سکیں۔ ان سے حصولِ علم کا کہہ نہ کہ مجھے جہل کی طرف لا۔ میں نے عرض کیا حضرت! میں اپنا مدعا و مقصد واضح نہیں کر سکا۔ میری مراد یہ ہے۔ حضرت والا اپنے مقام رفیع سے نازل ہو کر بات کریں۔ جیسے حضرت مفتی کفایت اللہ نے تعلیم الاسلام لکھدی، عام فہم اور آسان یا جیسے حکیم الامت حضرت تھانوی نے ایک طرف بوادر النوادر اور بیان القرآن جیسی ادق کتابیں لکھدیں۔ متبحر علماء اور لائق و فائق فضلاء کے لئے تو دوسری طرف عوام کے لئے حیات المسلمین اور بہشتی زیور جیسی غیر معمولی آسان کتب بھی لکھدیں۔ اگر حق تعالیٰ شانہٗ اپنی شان رفیع کے مطابق کلام فرماتے تو شاید انبیاء بھی نہ

سمجھ سکتے ۔ میری مراد صرف یہ ہے کہ حضرت والا عوام کی سطح پر عوام سے بات کریں۔ فرمایا
مولوی صاحب، حضرت مفتی کفایت اللہؒ اور حضرت مولانا اشرف علیؒ اس قدر سلیس اور عام
فہم تحریر پر قادر تھے۔ میں نہیں ہوں۔ اچھا صاحب، تو میں چپ ہو گیا۔

ارشاد: ——— ایک موقع پر میں نے عرض کیا۔ حضرت والا کی کتابوں پر کاغذ تو
بہت ناقص ہوتا ہے۔ علوم اس قدر عالی۔ مظروف کے مطابق ظرف نہیں اور آجکل دور ہے
ظاہر پرستی کا کتاب میں چاہے مواد کچھ نہ ہو۔ بلکہ کفر والحاد بھرا ہو مگر کاغذ اور جلد عمدہ ہو، لوگ دھڑا
دھڑ خرید لیتے ہیں۔ حضرت والا اس پر بھی غور فرمادیں ——— فرمایا، مولوی صاحب، دینی
علوم امانت ہیں جیسے بن پڑے پہنچادو، صحابہ نے تو قرآن کریم چمڑے پر، پتوں پر ہڈیوں
پر بھی لکھدیا۔ تم نفیس کاغذ کی بات کرتے ہو۔ شاید اللہ میاں آئندہ کسی کو یہی کتابیں عمدہ
کاغذ پر چھپانے کی توفیق دیدے ———

ارشاد: ——— ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضرت آجکل عمدہ اشیا اور نفیس کپڑے
نکل آئے ہیں۔ ان کا شرعاً کیا حکم ہے؟ ——— فرمایا، اچھا صاحب۔ ایک ہے رہائش
ایک ہے آسائش، ایک ہے آرائش اور ایک ہے نمائش۔ صرف نمائش حرام ہے
باقی سب جائز ہے۔ مولوی صاحب اگر تم آسائش اور آرائش کے لئے بہترین ململ کا کرتہ
پہن لو تو جائز ہے۔ من حرم زینة اللہ التی اخرج لعبادہ اور نمائش وریاکاری
یا سادگی کا لوہا منوانے کی غرض سے کھدر بھی پہنے گا تو حرام ہے۔ نیت کا مسئلہ تیرا اور تیرے
اللہ کے درمیان ہے ———

قرآن کریم حفظ کرنے کی اہمیت

آج اتفاق سے بجلی چلی گئی اور آج کے انسانوں کا حال یہ ہے کہ وہ بجلی سے چلتے ہیں، بجلی سے بولتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ اپنی قدرت دکھاتے رہتے ہیں، انسان ایک بڑا محل تیار کرتا ہے اور ایک اسکرو فیل ہو جاتا ہے۔ سارا کیا دھرا بیکار ہو جاتا ہے، یہ اللہ کا کرشمہ ہے وہ کبھی کبھی دکھاتے رہتے ہیں جو ایک قسم کی تنبیہات ہیں، اللہ کے کارخانے کے سارے کام چل رہے ہیں نہ کبھی سورج ایک سیکنڈ آگے پیچھے ہٹتا ہے نہ ستارے اپنا راستہ چھوڑتے ہیں نہ ہوائیں اپنا کام روکتی ہیں اگر یہ سورج چاند ستارے ایک سیکنڈ کے لئے رُک جائیں تو دنیا کا نظام درہم برہم ہو جائے جیسے انسان کی اسکیموں میں ایک ذرا سی بات مانع ہو جائے تو سب کچھ دھرا رہ جاتا ہے تو انسان کا ڈھانچہ اس کا اپنا نظام اس کا اپنا وجود سب ذاتِ باری تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ ہماری ساری تدابیر سارے نظام قدرت کے ایک اشارے کے ماتحت ہیں جب اور جیسا وہ چاہتے ہیں کرشمہ دکھاتے ہیں اس وقت بجلی بند ہونے سے ہم مایوس نہ ہوں بلکہ سبق لیں ان تمام چیزوں سے کہ اپنے پروردگار کو پہچانا اپنے ارادوں کے ٹوٹنے سے یہ سب سے بڑی دلیل ہے اللہ کی وحدانیت اور سچائی کی۔

حفظ قرآن بڑا انعام ہے

بہر حال اس وقت اختصار سے بات کرنی ہے مقصد تو آج یہ تھا کہ اس ادارہ کے کچھ بچوں نے

حفظِ قرآن کیا ہے یہ اللہ کا بڑا کرم ہے اس کا بڑا انعام ہے ان کے والدین کے اوپر سارے مسلمانوں کے اوپر آپ اندازہ لگائیں ایک بچہ نے حفظ کیا کتنی دنیا کو اس سے فائدہ پہنچے گا یہ اس کا بڑا انعام ہے اللہ سلامت رکھے ہمارے قاری فتح محمد صاحب کو ان کی محنت سے کتنی دین کی خدمت جاری ہے۔ قرآن کی تلاوت کا ایک تعلق اللہ کے ساتھ ہے اور ایک بندوں کے ساتھ ہے اللہ کے ساتھ معاملہ یہ ہے کہ قرآن میں اللہ نے اعلان کر دیا ہے ہم نے قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرتے ہیں۔

حق تعالیٰ کا احسان ہے کہ وہ کسی سے قرآن کی خدمت لے لیں۔

آپ کا اللہ میاں محتاج نہیں۔ وہ خود جس سے چاہیں کام لے لیتے ہیں یہ ان کا کرم ہے کہ اس کام کے لئے ہم کو آپ کو منتخب کرلیں۔ آپ اگر چاہیں گے کہ اللہ کے نیک بندوں میں آپ حصہ لیں تو اللہ پاک آپ کی نیک بختی اور نجات کے لئے آپ کو یہ انعام عطا فرمائیں گے وہ تو اپنے قرآن کی حفاظت خود کرے گا چاہے ہم ہوں یا کوئی اور ہو کسی سے وہ کام لے لیگا۔ دوسرا معاملہ ہمارا یہ ہے کہ اگر ہم اپنی فلاحِ دارین چاہتے ہیں تو قرآن کو پکڑلیں اس کے ساتھ لگ جائیں ہماری دین دنیا کی کامیابی اسی سے ہے قرآن کا رنگ ہمارے چہرہ سے ظاہر ہو قرآن کے الفاظ ہماری زبان پر ہوں قرآن کے مطالب ہمارے قلوب میں ہوں قرآن کے اعمال ہمارے اعضا سے ظاہر ہوں یہ ہم قرآن پر کوئی احسان نہیں کرتے بلکہ خدا کا یہ احسان ہمارے اوپر ہے۔

حافظ کے والدین کو تاج پہنانے کی وجہ

اللہ پاک کا وعدہ روزہ پر نماز پر زکوٰۃ پر نہیں ہے ہاں قرآن پر وعدہ ہے کہ اس کے ماں باپ کو تاج پہنایا جائے گا یہ عزت قیامت کے دن اس کو ملتی ہے۔ دس آدمیوں کی سفارش حافظ کرے گا پھر اس کے لئے تو کیا ہی کچھ ہوگا۔ وجہ یہ ہے کہ بچوں کو تو شعور بھلائی برائی کا ہوتا نہیں اس کے ماں باپ کی محنت کو بڑا دخل اس کے حفظ میں ہے اس لئے وہ انعام ماں باپ پر بھی بہت بڑا ہے۔ بہرحال جو بچے حفظ کر چکے ان کے اور ان کے ماں باپ کے لئے بڑا شکر کا مقام ہے اور باقی والدین اس کی کوشش کریں کہ ان کی اولاد بھی حفظ کے کام میں لگ

عہ بوقت اشاعت حضرت مفتی محمد شفیع صاحب اور حضرت قاری فتح محمد صاحب دونوں ہی حق تعالیٰ کو پیارے ہو چکے حق تعالیٰ ان دونوں بزرگوں پر اپنی کروڑوں رحمتیں نازل فرمائے اور درجاتِ عالیہ سے نوازے اور ان کی تمام خدمات کا بہتر سے بہتر بدلہ عطا فرمائے اور مغفرت فرمائے آمین۔

جائے اللہ پاک جس سے خوش ہوں اس کو اس کام میں لگاتے ہیں حروف قرآن کی ادائگی صحیح ہو، لب لہجہ کے نقل کی کوشش ہو۔ پھر تلاوت کے معانی و مطالب بھی نہ سمجھے اچھی آواز اور تجوید سے قرآن کو پڑھے تو دل پر براہ راست اثر کرتی ہے مسلمانوں کے ہر گھر میں قرآن پڑھنے اور صحیح پڑھنے کی کوشش ہونی چاہیئے۔ مرد عورت بچے سب سیکھیں یہ ایک مستقل نیکی ہے اور محنت کرنے سے زیادہ حاصل ہوتی ہے جتنا مقدور ہو محنت کریں۔

قرآن کریم چھوڑنے پر مصائب کی آمد

(بیٹری سے لاؤڈ اسپیکر لگا دیا گیا) لیجئے آجکل کے انسان کی روح آگئی ہماری روح ایسی ہے جو خود بننے بگڑنے میں بھی محتاج ہے آج جتنی مصیبتیں مسلمانوں پر نازل ہو رہی ہیں اصل بات یہی ہے کہ قرآن کو چھوڑنے سے آ رہی ہیں جب تک مسلمان نے قرآن کو پڑھا اس کو سمجھا اس پر عمل کیا بس ترقی کرتے چلے گئے اخلاق ہو۔ سیاست ہو معاش ہو۔ سارے کے سارے شعبے قرآن سے متعلق ہیں اور مسلمان کی ہر بیماری کا علاج قرآن پاک ہے۔

قرآن کریم اور ہمارے فرائض

اب کرنا کیا ہے؟ ہر مسلمان جائزہ لے کہ اتنے افراد ہیں اس میں کون پڑھنا نہیں جانتا سارے کام سے مقدم کام یہ ہے کہ قرآن اس کو پڑھائیں خود نہیں پڑھا سکتے کسی سے پڑھوائیں یہ سب سے پہلا فرض ہے پھر دوسرا فرض یہ ہے کہ پڑھتے ہیں تو صحیح پڑھتے ہیں یا غلط چونکہ قرآن کے غلط پڑھنے سے الٹا وبال آتا ہے تیسری بات یہ کہ قرآن چند الفاظ کا نام نہیں یہ اصول زندگی ہے ہم اس پر کتنا عمل کرتے ہیں؟ ہر مسلمان اپنی جگہ یہ جائزہ لے اگر دنیا میں اس کو مسلمان رہنا ہے تو اپنے گھر میں جائزہ لے پھر جو پڑھے ہوتے ہیں وہ پڑھتے بھی ہیں یا نہیں اٹھا کر نہ رکھیں اور پھر یہ سوچنا ہے کہ اس پر عمل کتنا ہو رہا ہے یہ جو تاج پہنانے کی حدیث ہے اس میں شرط بھی ہے حرام سے بچنے اور حلال حاصل کرنے کی۔ اور جو بچہ یا عورت بوڑھا کوئی بھی ہو اس کو قرآن پڑھائیں اور جو بالکل ایسا بوڑھا ہے کہ نہ دکھائی دیتا ہے نہ سنتا ہے نہ بول سکتا ہے اس کو قرآن کھول کر دیکھنا بھی عبادت ہے دین میں دو چیزوں کا دیکھنا عبادت ہے بیت اللہ اور کلام اللہ اور اس کی عظمت اور تعظیم بھی عبادت ہے غرض قرآن سے کسی حال مومن کو علیحدگی نہ ہونا چاہیے اب دیکھنا یہ ہے کہ اس پچیس لاکھ کی کراچی کی بستی میں پچیس ہزار بھی اگر پڑھتے ہوں تو یہ نسبت ایک لاکھ پر ایک ہے پھر مصائب

جو ہم پر ہیں ہم اس کا کس طرح شکوہ کر سکتے ہیں۔ بس بچوں کیلئے آج اس سے بہتر کوئی دولت نہیں کہ وہ قرآن پڑھیں! اور جو قرآن پڑھتے ہوں وہ کسی جاننے والے کو سنادیں اطمینان کریں کوئی غلطی ہو تو نکال لیں۔

اور تیسری بات یہ ہے کہ تلاوت روزانہ کرنے میں پابندی لگا لیجئے اپنے اوپر اور گھر کے سب لوگوں پر قرآن کے معانی اور حقائق تو علیحدہ رہے اگر صرف ہم تلاوت ہی پر دوام کرلیں تو کر کے دیکھئے یہ قوم کتنی بلند ہوجائے گی دنیا کو فتح ہی الفاظِ قرآن نے کیا ہے ان الفاظ میں ہی برکت اور کشش ہے اس میں مستقل تزکیہ کا نسخہ ہے صرف تلاوت ہی نسخہ کیمیا ہے اس کے دل کو، اعمال کو درست کرے گا، پھر عمل تو علیحدہ رہا ـــ حضرت امام احمد بن حنبل نے خدا سے پوچھا وہ عمل بتا دیں جس سے بندہ آپ کا زیادہ قرب حاصل کرے اللہ پاک نے فرمایا قرآن میرے قرب کا بڑا ذریعہ ہے یہ نسخہ کیمیا ہے جس کا جی چاہے کر کے دیکھے معنیٰ بھی نہیں جانتے پھر تلاوت کرو! دیکھو! انشاء اللہ باطن کا تزکیہ اور ولایت کا درجہ عطا ہوگا، تقرب الی اللہ کا سب سے بڑا ذریعہ ہے پابندی سے تلاوت کریں اللہ کی نعمتوں کا اتنا فائدہ اٹھاتے ہیں کم ازکم اس کے کلام کو تو روزانہ پڑھیں اور جتنے بچوں نے قرآن پڑھا ہے ان کی حفاظت رکھیں تاکہ یہ بھولنے نہ پائیں اور اس کے سمجھنے کے لئے علم دین حاصل کریں حلال حرام یہ ساری چیزیں فقہ کی کتابوں میں موجود ہیں بہشتی زیور عورتوں کیلئے بہت کارآمد ہے اللہ پاک ہم کو اس پر عمل کی توفیق عطا فرمائیں آمین

(۲۶ ربیع الثانی ۱۴ اگست ۶۶ء یوم تقسیم اسناد دارالعلوم کراچی)

فضائلِ توبہ

حضرت مولانا شاہ محمد اختر

حضرت اقدس مولانا شاہ محمد اختر صاحب دامت برکاتہم کا بیان جو ۹ ذی الحجہ ۱۴۰۷ھ بمطابق ۳ اگست ۸۷ء بمقام میدانِ عرفات ۱۱ بجے دن وقوفِ عرفات کے موقع پر ہوا

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ؕ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا ۔

چونکہ آج یہاں ہم سب کو اللہ تعالیٰ سے معافی اور مغفرت و رحمت کی درخواست کرنا ہے اور ہمارا مقصد یہی ہے کہ ہم سب معاف کر دیئے جائیں، اس لئے آج اس آیت کا انتخاب کیا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی معافی، مغفرت اور رحمت عطا فرمانے کا سرکاری مضمون نازل فرمایا ہے اور اپنے بندوں کو ایک دعا سکھائی ہے۔

جب انسان سے کوئی گناہ سرزد ہوتا ہے تو چار گواہ تیار ہوتے ہیں اور چاروں گواہ قرآن سے ثابت ہیں۔

۱۔ زمین : جس زمین پر انسان سے گناہ صادر ہوتا ہے تو وہ زمین گواہ بن جاتی ہے دلیل کیا ہے یومئذٍ تحدث اخبارھا جس دن کہ زمین اپنی خبریں بیان کرے گی۔

جب سورۂ زلزال کی یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہؓ نے پوچھا کہ زمین کیا خبریں بیان کرے گی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ زمین پر جو اعمال ہوتے ہیں، یہ ان اعمال کی خبریں بیان کرے گی۔

آج کل ٹیپ ریکارڈ سے اس کا معاملہ بھی صاف ہوگیا کیونکہ ٹیپ ریکارڈ میں جو چیزیں لوہا وغیرہ ہیں وہ زمین کے اندر ہی کی ہیں لہٰذا زمین میں سب ٹیپ ہوجانا قرین قیاس ہے۔

اور دوسرا گواہ کیا ہے الیوم نختم علیٰ افواھھم و تکلمنا ایدیھم و تشھد ارجلھم بما کانوا یکسبون جن اعضاء سے گناہ ہوئے ہیں۔ وہ اعضاء بھی قیامت کے دن گواہی دیں گے۔ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

چشم گوید کردہ ام غمزہ حرام

آنکھیں گواہی دیں گی کہ اے خدا ان آنکھوں سے اس نے غلط کام کیا تھا، بدنگاہی کی تھی۔

گوش گوید چیدہ ام سوء الکلام

کان کہے گا میں نے غیبتیں سنیں، گانے سنے۔

لب بگوید من چنیں بوسیدہ ام

ہونٹ کہے گا ہم نے حرام بوسے لئے اور اس قسم کے گناہ کئے۔

دست گوید من چنیں دزدیدہ ام

ہاتھ کہے گا کہ میں نے اس طرح چوری کی۔ اسی طرح اگر پاؤں سینما دیکھنے کے لئے گئے تو پاؤں بھی گواہی دیں گے۔ ایسے ہی نیک اعمال کے لئے بھی گواہ بنتے ہیں۔

عرفات و منیٰ مزدلفہ میں جو کام ہو رہے ہیں اس کے بھی ہمارے گواہ تیار ہو رہے ہیں۔

اور تیسرا گواہ فرشتے ہیں کراماً کاتبین یعلمون ما تفعلون

چوتھا گواہ نامۂ اعمال واذا الصحف نشرت۔

لہٰذا سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب یہ چار گواہ ہمارے اوپر قیامت کے دن پیش ہوجائیں گے تو کیا کرنا چاہئے وہ لوگ جو اپنی جانوں پر ظلم کرچکے اور اپنے خلاف گواہ تیار کرچکے کیا ان کے لئے کوئی صورت ایسی ہے کہ یہ گواہ قیامت کے دن پیش ہوں اور سب گواہی ختم

ہوجائے لہٰذا سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی ترکیب بھی اُمّت کے لئے ارشاد فرمادی یعنی توبہ جس کے متعلق حدیث شریف نقل کروں گا انشاء اللہ تعالیٰ ۔ لیکن توبہ اپنی شرائط کے ساتھ ہو جس کی تین شرطیں ہیں ۔ اللہ کے حقوق ہیں اور ایک شرط ہے بندوں کے حقوق میں اس طرح کل چار شرطیں ہوئیں ۔

اللہ کے حقوق میں پہلی شرط یہ ہے کہ سب سے پہلے تو اس گناہ سے الگ ہوجائے ' ان یقلع عن المعصیۃ یہ نہیں کہ حالت گناہ میں ہے اور توبہ توبہ کر رہا ہے جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ لاحول ولا قوۃ کیا بے حیائی ہے ' کیا عریانی کا زمانہ آگیا ہے اور خواتین کو دیکھے بھی جارہے ہیں اور لاحول بھی پڑھتے جارہے ہیں ' ایسا لاحول ہمارے نفس پر خود لاحول پڑھتا ہے لہٰذا سب سے پہلی شرط یہ ہے کہ گناہ چھوڑ دے ۔

دوسری شرط یہ ہے کہ ان یندم علیہا ' اس گناہ پر دل میں ندامت پیدا ہوجائے ندامت کی تعریف یہ ہے کہ دل میں دُکھن اور غم پیدا ہوجائے کہ ہائے میں نے کیسے یہ نالائقی کرلی ' ایسے محسن اور پالنے والے مالک کے احسان کا میں نے کیوں حق ادا نہیں کیا حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر دوزخ نہ بھی ہوتی تو بھی بندوں کی شرافت کے خلاف تھا کہ ایسے احسان کرنے والے مالک کی انسان نافرمانی کرے ۔ اللہ تعالیٰ کا پیار اور اس کے احسانات ہمارے اوپر اتنے ہیں کہ شرافت طبع کا تقاضا یہ تھا کہ ہم ان کو ناراض نہ کرتے ۔ سبحان اللہ یہ محبت کا معاملہ ہے جیسے کوئی کریم باپ بیٹوں کو ڈنڈا تو نہیں مارتا لیکن اولاد پر اس کے انتہائی احسانات ہیں تو شریف بیٹا یہی کہتا ہے کہ ابا کو ناراض نہ کرو کہ ہم پر ان کے احسانات بہت ہیں ۔

توبہ کی تیسری شرط یہ ہے کہ ان یعزم عن مّا جازمًا ان لا یعود الیہا ابدًا ۔ پختہ عزم کرے کہ یا اللہ اب یہ گناہ کبھی نہیں کروں گا ۔ دل میں ٹھان لے کہ چاہے جان جاتی رہے لیکن اب کبھی اس گناہ کے پاس نہ پھٹکوں گا ۔ توبہ کرتے وقت پھر گناہ نہ کرنے کا ارادہ پکا ہو ۔ اس کے بعد پھر اگر کبھی ٹوٹ جائے تو شکست عزم خلاف عزم نہیں ہے شکستِ عزم اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ عزم ہی نہیں کیا تھا شکست ارادہ خلاف ارادہ نہیں ہے اس وقت ارادہ ہونا چاہیئے بعد میں اگر ٹوٹ جائے تو وہ ارادہ کے خلاف نہیں ۔ وہ توبہ قبول ہوگئی چاہے لاکھ دفعہ ٹوٹ جائے ۔

یہ مضمون میں نے ڈھاکہ میں بیان کیا تھا ۔ بیان کے بعد ایک صاحب سے کہا کہ سر کے لئے تیل کی ایک شیشی لے آنا لیکن بھول نا مت تو انہوں نے کہا کہ بھولنے کا ارادہ نہیں ہے ۔ مجھے بہت خوشی ہوئی کہ یہ شخص تقریر سمجھ گیا لیکن گناہ نہ کرنے کا جو آج ارادہ کیا ہے کہ اب ہم کبھی نہیں کریں گے ۔ اس ارادہ کو توڑتے کا اس وقت ارادہ نہ ہو بس توبہ کی

قبولیت کے لئے اتنا کافی ہے چاہے شیطان وسوسہ ڈالے کہ تم توبار بار توبہ توڑتے رہتے ہو
تو اس وسوسہ شکست توبہ سے کوئی حرج نہیں، چاہے اپنے ضعف بشریت اور زندگی کے
بار ہا تجربوں سے آپ کو بھی یقین ہو کہ ہم اس عزم توبہ پر قائم نہ رہ سکیں گے لیکن بوقت توبہ
اس ارادے کو توڑنے کا بس ارادہ نہ ہو تو یہ احساسِ ضعف ہوگا۔ ارادہ شکست نہیں ہوگا
بندہ کو اپنی کمزوری کا احساس ہوتا ہے کہ ہزاروں بار میری نالائقی سے میرے عزائم ٹوٹ چکے
ہیں، اس وقت اللہ تعالیٰ سے یہی کہہ دے کہ اے اللہ میں نے جو یہ توبہ کا ارادہ کیا ہے اپنی
طاقت کے بھروسہ پر نہیں بلکہ آپ کے بھروسہ پر میں یہ ارادہ کر رہا ہوں ورنہ

یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

وہ کہتا ہے کہ اے اللہ یہ دست و بازوئے میرے ارادے بارہا میرے آزمائے ہوئے
ہیں، ہم تو کمزور ہیں اور آپ نے ہم کو ضعیف فرمایا ہے۔

خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا کہ انسان ضعیف ہے پس جب انسان کا کُل ضعیف ہے
تو اس کا جُز بھی ضعیف ہوگا اور ارادہ تو اس کا جُز ہے لہٰذا ضعیف چیز کا ٹوٹ جانا عجب
نہیں ہے۔ اس لئے حدیث میں آتا ہے کہ اگر کوئی شخص بار بار توبہ کرتا ہے، دل سے ارادہ
کرتا ہے کہ آئندہ ہرگز یہ گناہ نہ کروں گا لیکن پھر ٹوٹ جاتا ہے تو وہ اصرار کرنے والوں میں
نہیں ہے یعنی ضدی نہیں ہے۔ وہ بندہ ضدی نہیں کہلائے گا۔ گناہ پر اصرار کرنے والا نہیں
کہلائے گا۔ مَا اَصَرَّ مَنِ اسْتَغْفَرَ وَاِنْ عَادَ فِی الْیَوْمِ سَبْعِیْنَ مَرَّۃً (الحدیث) چنانچہ
علامہ آلوسی السید محمود بغدادیؒ وَلَمْ یُصِرُّوْا عَلٰی مَا فَعَلُوْا کی تفسیر میں ارشاد فرماتے
ہیں کہ ایک اصرار شرعی ہے اور ایک اصرار لغوی ہے۔

اصرار لغوی تو یہ ہے کہ مثلاً ایک گناہ دس مرتبہ ہوگیا تو یہ شخص لُغۃً مُصِر ہے۔

لیکن اصرار شرعی کی تعریف یہ ہے اَلْاِقَامَۃُ عَلَی الْقَبِیْحِ بِدُوْنِ الْاِسْتِغْفَارِ وَ
التَّوْبَۃِ۔ کسی برائی پر قائم رہنا بغیر استغفار اور توبہ کے اور اگر قائم نہیں رہتا توبہ و استغفار
کرلیتا ہے تو اگر ایک ہزار دفعہ بھی ہوجائے تو یہ شخص معصیت پر اصرار کرنے والوں میں
شمار نہیں ہوگا۔ ارے ہم گناہ کرتے کرتے تھک سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ معاف کرتے کرتے
نہیں تھک سکتے۔

حضرت تھانویؒ کے پرانے خلیفہ حضرت ڈاکٹر عبدالحئی صاحبؒ فرمایا کرتے تھے کہ
کراچی کے ایک کروڑ یعنی سو لاکھ انسانوں کا پیشاب پاخانہ سمندر میں جاتا ہے، ایک موج
آتی ہے اور سب پیشاب پاخانہ کو پاک کردیتی ہے۔ سمندر ایک مخلوق ہے اور اس کی ایک
موج میں یہ طاقت اللہ نے دی ہے کہ لاکھوں انسانوں کے پیشاب پاخانہ کو پاک کردیتی
ہے اور وہاں کوئی امام نہا کر نماز پڑھادے تو اس کی نماز صحیح ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت

کے غیر محدود سمندر کی ایک موج ہمارے گناہوں کو کیسے پاک نہ کردے گی۔

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ارے ہم تو بڑے گنہگار ہیں، ہماری دعا اللہ کیسے قبول کرے گا بار بار ہماری توبہ ٹوٹ جاتی ہے۔ اللہ ہم کو کیسے بخشے گا بظاہر تو یہ بڑی تواضع معلوم ہوتی ہے کہ بھائی اس کو بڑا اپنی نالائقی کا احساس ہے لیکن حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صورۃً یہ شخص متواضع ہے مگر حقیقتاً انتہائی متکبر ہے کہ اپنے گناہوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے عظیم سمجھتا ہے۔ اپنے گناہوں کو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور وسعت شان سے زیادہ عظمت دے رہا ہے اور اس پر حضرت نے ایک واقعہ بیان فرمایا کہ ایک بیل پر ایک مچھر بیٹھ گیا، جب اڑنے لگا تو کہا کہ بیل رے بیل مجھے معاف کر دینا کہ میں تیرے سینگ پر بے اجازت بیٹھ گیا تھا۔ اس بیل نے کہا کہ مجھے نہ تیرے بیٹھنے کی خبر نہ تیرے جانے کی خبر۔ اگر تو نہ بولتا تو مجھے پتہ بھی نہ چلتا کہ تو کب بیٹھا اور کب گیا۔ تو فرمایا کہ ہمارے معاصی کے سمندر کا سمندر حق تعالیٰ کی رحمت کے سامنے کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔

اگر شیطان بھی توبہ کر لیتا تو اس کا بھی کام بن جاتا لیکن حکیم الامت فرماتے ہیں کہ شیطان میں تین عین تھے ایک عین نہ تھا، عابد کا عین اس میں تھا، عارف کا عین اس میں تھا اور عالم کا عین بھی تھا۔ عالم اتنا بڑا ہے کہ تمام نبیوں کی شریعتوں کے جزئیات اس کو یاد ہیں کلیات کے ساتھ ساتھ، اور عابد اتنا بڑا کہ کوئی زمین اس کے سجدہ سے خالی نہیں رہی اور عارف اتنا کہ اُخْرُجْ فَاِنَّكَ رَجِیْمٌ کے موقع پر اللہ تعالیٰ کے عین غضب کی حالت میں دعا مانگ رہا ہے کیونکہ جانتا تھا کہ اللہ تعالیٰ تاثر اور انفعال سے پاک ہیں مغلوب الغضب نہیں ہوتے اس وقت بھی میری دعا قبول کرنے پر قادر ہیں۔ اتنی معرفت تھی لیکن بس عاشق کا عین نہیں تھا، اس کے پاس اگر عاشق کا عین ہوتا تو پھر یہ مردود نہ ہوتا، اگر یہ عاشق ہوتا تو مقابلہ نہ کرتا بلکہ محبوب حقیقی کی ناراضگی سے بے چین ہو کر سجدہ میں گر پڑتا اور وہی کہتا جو آدم علیہ السلام نے کہا تھا یعنی رَبَّنَا ظَلَمْنَا اَنْفُسَنَا۔ اگر یہ ایسا کر لیتا تو اس کی بھی معافی ہو جاتی۔

علماء نے لکھا ہے کہ جس کے دل میں اللہ کی محبت پیدا ہو جائے وہ مردود نہیں ہو سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَمَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِى اللّٰهُ
بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ۔

جو تم میں سے اپنے دین سے مرتد ہو گا تو مرتدین اور باغین کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ ایک قوم پیدا کریں گے کہ اللہ تعالیٰ ان سے محبت کرے گا اور وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کریں گے۔

تو اہل محبت کو مرتدین کے مقابلے میں بیان کیا گیا کہ میں ایسی قوم پیدا کروں گا۔ معلوم ہوا کہ اہل محبت باوفا ہوتے ہیں، اس لئے وہ مردود نہیں ہو سکتے۔ خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔

میں ہوں اور حشر تک اس در کی جبیں سائی ہے
سرِ زاہد نہیں یہ سر سرِ سودائی ہے

یہ عاشقوں کا سر ہے یہ ملائے خشک اور زاہدوں کا سر نہیں ہے کہ ان کے در کو چھوڑ دے، عاشق کبھی مرتد نہیں ہوتا۔ لہٰذا اس آیت سے علماء نے لکھا ہے کہ اہلِ محبت کا خاتمہ بھی اچھا ہوتا ہے کیونکہ اگر اہلِ محبت مرتد ہو جاتے اور خاتمہ خراب ہوتا تو اللہ تعالیٰ مرتدوں کے مقابلے میں عاشقوں کا ذکر نہ فرماتے، اس لئے حکیم الامّت فرماتے ہیں کہ سالکین کو چاہئے کہ اہلِ محبت کی صحبت میں زیادہ رہا کریں۔

لیکن اہلِ محبت کی علامت کیا ہے یہ کیسے معلوم ہو کہ اس کے دل میں اللہ کی محبت ہے یا نہیں کیونکہ ہر شخص دعویٰ کر سکتا ہے کہ میں بھی اللہ کے عاشقوں میں سے ہوں تو اللہ تعالیٰ نے اسی آیت کے بعد اپنے عاشقوں کی تین علامات بیان فرما دیں۔ اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ اَعِزَّۃٍ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت ہوتی ہے، اس میں تواضع کی شان پیدا ہو جاتی ہے، ساری اکڑفوں ختم ہو جاتی ہے۔ تکبّر نہیں رہتا۔ اپنے ہر مسلمان بھائی سے تواضع سے ملتا ہے، اس کی دلیل کیا ہے؟

اِنَّ الْمُلُوْکَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْیَۃً اَفْسَدُوْھَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّۃَ اَھْلِھَآ اَذِلَّۃً۔

جب دنیاوی بادشاہ اپنے مفتوحہ علاقے میں داخل ہوتے ہیں تو اس کو برباد کر دیتے ہیں اور اس کے معزّز لوگوں کو گرفتار کر لیتے ہیں۔ مشائخ نے لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ تو تمام بادشاہوں کے بادشاہ ہیں وہ جب کسی کے قلب میں داخل ہوتے ہیں یعنی جس کے قلب کو اپنی اپنی نسبتِ خاص اور تعلقِ خاص عطا کرتے ہیں تو اس میں تکبر و عجب وغیرہ کے جتنے چوہدری، سردار اور خان صاحب بیٹھے ہوتے ہیں سب کو گرفتار کر لیتے ہیں۔ جَعَلُوْٓا اَعِزَّۃَ اَھْلِھَآ اَذِلَّۃً لہٰذا اس میں اَذِلَّۃٍ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کی شان ہو جاتی ہے۔ تواضع و فنائیت پیدا ہو جاتی ہے اور تکبر و عجب ختم ہو جاتا ہے۔ میں نے اپنے شیخ حضرت مولانا شاہ عبد الغنی صاحب پھولپوری رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ ان کی چال سے بھی فنائیت ظاہر ہوتی تھی۔

اور دوسری علامت کیا ہے؟ اَعِزَّۃٍ عَلَی الْکٰفِرِیْنَ ...

اور تیسری علامت ہے یُجَاھِدُوْنَ فِیْ سَبِیْلِ اللہِ۔ اللہ کے راستہ میں مجاہدہ کی مشقت برداشت کرتے ہیں اور مجاہدہ کیا چیز ہے۔ مفسرین نے وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا کی آیت کے ذیل میں مجاہدہ کی تین تفسیریں کی ہیں۔

۱۔ اَلَّذِیْنَ اخْتَارُوا الْمَشَقَّۃَ فِیْ نُصْرَۃِ دِیْنِنَا۔ جو مشقت کو اختیار کرتے ہیں ہمارے

دین کی نصرت میں یعنی جو اللہ تعالیٰ کے دین کی نصرت میں ہر مشقت برداشت کرتے ہیں۔
۲۔ والذین اختار والمشقۃ فی امتثال اوامرنا جو میرے احکام کو بجالانے میں ہر تکلیف اٹھالیتے ہیں، وہ بزبانِ حال یہ کہتے ہیں کہ جو کچھ بھی ہو آپ کا حکم ماننا ہے۔

آرزوئیں خون ہوں یا حسرتیں پامال ہوں
اب تو اس دل کو ترے قابل بنانا ہے مجھے

وہ اللہ تعالیٰ کا ہر حکم بجالانے کے لئے ہر مشقت اٹھالیتے ہیں اور اللہ ان کو اپنی محبت کے نام پر طاقت بھی دے دیتا ہے۔ دیکھئے یہاں میدانِ عرفات میں دھوپ ہے پسینہ نکل رہا ہے مگر جن کے دل میں اللہ نے محبت کا درد دیا ہوا ہے وہ اس وقت بھی مست ہیں، وہ اس پسینہ پر خوش ہو رہے ہیں کہ شکر ہے کہ ہمارے کچھ پسینے ہی بہہ جائیں، صحابہؓ کا تو خون بہا تھا۔ بتائیے جنگ احد میں کیا ہوا تھا۔ آج اللہ کا شکر ہے کہ ہم کچھ گرمی کی تکلیف ہی برداشت کرلیں تاکہ کچھ تو اُن کے مشابہ ہوجائیں، لہولگا کر اگر شہیدوں میں نام ہوجائے تو غنیمت ہے۔
۳۔ اور مجاہدہ کی تیسری تفسیر یہ ہے کہ والذین اختار والمشقۃ فی الانتہاء عن مناھینا یعنی جو لوگ مشقت اختیار کرتے ہیں، تکلیف اٹھاتے ہیں، گناہوں کے چھوڑنے میں۔
اب اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ صاحب نظر بچانے میں، غیبت چھوڑنے میں، گناہ چھوڑنے میں تکلیف ہوتی ہے تو یہ تکلیف ہی تو برداشت کرنا ہے جب مجاہدہ نہیں ہوگا تو مشاہدہ کیا ہوگا المشاھدۃ بقدر المجاھدۃ جس کا مجاہدہ جس قدر قوی ہوگا اسی قدر اس کا مشاہدہ قوی ہوگا۔
پس محبت کاملہ کی علامت یہ ہے کہ ایسا شخص ہر گناہ چھوڑنے کا تہیہ کرلیتا ہے کہ جان رہے یا نہ رہے لیکن اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کروں گا، گناہ چھوڑنے میں زیادہ سے زیادہ موت آجائے گی۔ وہ اس کے لئے بھی تیار ہوجاتا ہے۔ پس آہستہ آہستہ سب گناہ چھوڑ دے، اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی بات چھوڑنا اللہ کی محبت کی دلیل ہے۔
جو شخص گناہ نہیں چھوڑتا اس کی محبت ابھی کامل نہیں ہوئی اور اگر گناہ کرکے پریشانی بھی نہیں ہوتی تو ایسا شخص تو ابھی بالکل خام ہے، محبت میں بالکل کچا ہے کیونکہ شاعر فانی بدایونی کو اپنی بیوی سے محبت تھی وہ بھی کہتا ہے۔

ہم نے فانی ڈوبتی دیکھی ہے نبضِ کائنات
جب مزاجِ یار کچھ برہم نظر آیا مجھے

بزرگوں نے لکھا ہے کہ جب دُنیاوی محبت میں پوری دُنیا اندھیری ہوجاتی ہے، تو

اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے ان کے عاشقوں کا کیا حال ہوتا ہوگا، اس کو کوئی کیا قیاس کرسکتا ہے۔

ذراسی چوک ہوئی تھی پچاس دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بولنا چھوڑ دیا تھا تو صحابہؓ کی پوری دنیا اندھیری ہوگئی تھی اور اللہ تعالیٰ نے ان کے دل کی کیفیت کو قرآن میں نازل فرمایا۔ اگر خود اپنی کیفیت کو بیان کرتے تو تاریخ یہ کہتی کہ اپنے منہ سے تعریف کرلی لیکن اللہ تعالیٰ نے قرآن میں ان کی تعریف فرمادی اور قیامت تک کے لئے ان کی محبت پر مہرِ تصدیق ثبت فرمادی کہ یہ میری ناراضگی سے اتنا بے چین ہیں کہ ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْأَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ساری کائنات وسیع ہونے کے باوجود ان پر تنگ ہوچکی ہے وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ أَنْفُسُهُمْ اور وہ اپنی جان سے بھی بیزار ہیں۔ یعنی اپنی زندگی ان کو تلخ ہوچکی۔

معلوم ہوا کہ اتنی پریشانی گناہ کے بعد جس کو نہ ہو اس کو ابھی محبت کاملہ کی چاشنی نہیں ملی ورنہ جس کو اللہ سے صحیح تعلق ہے وہ تو ذرا سے مکروہ سے بھی پریشان ہو جاتا ہے جیسے قطب نما کو ذرا سا ہٹائیے تو سوئی مضطرب ہوجاتی ہے اور جب رُخ صحیح کرلیتی ہے تو ٹھہر جاتی ہے اسی لئے سکینہ کی تعریف یہ کی گئی ہے هی نور یستقر فی القلب وبه یثبت التوجه الی الحق سکینہ ایک نور ہے جو دل میں ٹھہر جاتا ہے اور پھر وہ قلب ہر وقت اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہتا ہے۔ دل میں سکینہ آنے کی علامت یہ ہے کہ اس کی یاد سے غفلت نہیں ہوسکتی۔ چاہے وہ بازار میں ہو چاہے مسجد میں ہو، چاہے بال بچوں میں ہو کہیں بھی ہو اللہ کی یاد سے غافل نہیں ہوسکتا۔ جیسے قطب نما کی سوئی میں مقناطیس کی پالش لگ گئی کہ ہر وقت مرکزِ مقناطیس کی طرف متوجہ ہے جس کے دل میں نور کی پالش لگ گئی اس کے قلب کا رُخ ہر وقت اللہ کی طرف دُرست رہتا ہے۔ اگر کبھی ذرا سا ہٹ جائے تو بے چین ہوجاتا ہے جب تک قلب کا قبلہ اللہ کی طرف دُرست نہیں کرلیتا چین نہیں آتا، یعنی اگر اس سے کبھی کوئی ایسا فعل ہوجائے جس کے بارے میں اسے معلوم ہوجائے کہ اللہ تعالیٰ میری اس بات سے راضی نہیں ہیں تو سجدہ میں سر رکھ کر اشکبار آنکھوں سے سجدہ گاہ کو تر کرکے اپنی مناجات میں اپنا خونِ جگر پیش کرکے اللہ کو جب تک راضی نہیں کرلیتا اس وقت تک اسے دنیا کی کوئی نعمت اچھی نہیں معلوم ہوتی، یہ مجبورِ محبت ہوکر رہ جاتا ہے یعنی اگر یہ خدا کو بھلانا بھی چاہے تو بھلانے پر قادر نہیں ہوسکتا۔ اسی کو خواجہ صاحب فرماتے ہیں۔

بھلاتا ہوں پھر بھی وہ یاد آرہے ہیں

اس کیفیت کو حاصل کرنے کے لئے کیا کرنا ہے بس قلب پر ذکر اللہ کے نور کی پالش

لگاتا ہے۔

دیکھئے! قطب نما کی سوئی میں مقناطیس کی سی پالش لگتی ہے تو وہ سوئی مرکز مقناطیس قطب شمالی کی طرف ہر وقت مستقیم رہتی ہے اور لاکھوں ٹن لوہا جس میں مقناطیس کی یہ پالش نہ ہو اس کی استقامت کو پھیرا جاسکتا ہے۔ مشرق و مغرب شمال و جنوب جس طرف چاہو اس کا رُخ کرلو لیکن اس سوئی کا رُخ آپ نہیں بدل سکتے ایسے ہی یہ چھوٹا سا دل ہے۔ اگر اس میں اللہ کے ذکر کی برکت سے نور کی پالش لگ جائے تو مرکز نور اللہ تعالیٰ کی ذات پاک اس کو ہر وقت اپنی طرف کھینچے رکھتی ہے۔

ہاں تو میں مجاہدہ کی تفسیر عرض کر رہا تھا جو بیان ہو چکی۔

لیکن مجاہدہ کا انعام کیا ہے۔ کہتے ہیں کہ بھائی مجاہدہ میں تکلیف ہوتی ہے تو کچھ ملنا بھی چاہیئے۔

نعم البدل کو دیکھ کے توبہ کرے گا میر

وہ نعم البدل کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ضرور ضرور ہم ان کے لئے ہدایت کے دروازے کھول دیں گے۔

مفسرین نے اس کی دو تفسیر بیان کی ہیں۔

۱۔ لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَ السَّيْرِ اِلَيْنَا یعنی ہم اپنی ذات کی طرف سیر کے بے شمار دروازے کھول دیں گے۔ سَبِیْل کی جمع سُبُل ہے اور اللہ تعالیٰ کا جمع محدود نہیں ہوتا مخلوق کا جمع تو تین عدد سے شروع ہوتا ہے لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا جمع ہے جس کی کوئی حد نہیں۔ جس کے معنی یہ ہوئے کہ ہم ان کے لئے ہدایت کے بے شمار دروازے کھولتے ہیں یعنی ہم اپنی ذات تک ان کو رسائی دیتے ہیں۔

۲۔ اور دوسری تفسیر ہے وَسُبُلَ الْوُصُوْلِ اِلٰی جَنَابِنَا اور اپنی بارگاہ تک ان کو واصل کر لیتے ہیں یعنی واصل باللہ بنا دیتے ہیں۔ ایک تو ہے اللہ تک سیر کرنا اللہ کی طرف چلنا اور ایک ہے حق تعالیٰ کی ذات و صفات میں غور و فکر نصیب ہو کر دربار کے اندر داخل ہو جانا یہ دو چیزیں ہیں۔ ایک ہے دربار تک پہنچنا اور ایک ہے دربار کے اندر داخل ہو کر مشاہدہ کرنا۔ یہ ہے وصول الی اللہ کہ ان کو اپنے وصل تام یعنی قرب تام کی تجلیات سے مشرف فرماتے ہیں اپنے قرب خاص کی لذت چکھاتے ہیں یہ ہے لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا کی تفسیر، کیا عمدہ تفسیر فرمائی ہے۔ علامہ آلوسی صاحب نسبت بزرگ تھے۔ ایسے ہی علامہ شامی یہ لوگ صوفیا تھے۔ اللہ اللہ کرنے والے تھے باقاعدہ بیعت تھے اور اِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ کی تفسیر فرماتے ہیں کہ جب اتنا مجاہدہ کرو گے پھر ہم تم کو اپنا مخلص قرار دے دیں گے کہ تم ہمارے مخلص ہو اب ملاوٹ نہیں رہی، اب خالص ہو گئے لہٰذا اب ہم بھی تمہارے ساتھ

ہیں۔ ورنہ دیکھئے حلوہ کھاکر کوئی آپ سے کہدے کہ میں آپ کا مخلص دوست ہوں آپ تسلیم نہیں کرتے کہتے ہیں کہ ہم تم کو بلوہ سے آزمائیں گے یعنی کچھ مشقت میں ڈالیں گے جو آپ کے لئے تکلیف اُٹھاتا ہے آپ بھی اس کو اپنا مخلص دوست قرار دیتے ہیں۔

اس مقام پر حضرت مولانا ابرار الحق صاحب دامت برکاتہم خواتین کے خیمہ سے وعظ فرما کر واپس تشریف لائے تو ہمارے حضرت خاموش ہوگئے۔ وعظ کے لئے جاتے وقت حضرت مولانا ابرار الحق صاحب مدظلہٗ ہمارے حضرت سے فرما گئے تھے کہ یہاں مردوں میں آپ بیان کریں۔ حضرت نے عرض کیا کہ حضرت مضمون پورا کردوں تو فرمایا کہ ہاں، اور کیا بات تو پوری ہونی چاہیئے۔ اس کے بعد پھر بیان شروع فرمایا۔

میں یہ عرض کر رہا تھا کہ انسان سے زندگی میں جو گناہ ہوتے ہیں اس پر چار گواہ بن جاتے ہیں اور چاروں گواہوں کو قرآن پاک کی نص قطعی سے ثابت کردیا گیا۔

یَوْمَئِذٍ تُحَدِّثُ اَخْبَارَهَا، ایک گواہ تو زمین ہے جس پر گناہ ہوتے ہیں۔

دوسرا ہے اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰى اَفْوَاهِهِمْ وَ تُكَلِّمُنَا اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ جن اعضاء سے گناہ صادر ہوتا ہے، وہ شاہد بنتے ہیں۔

تیسرا گواہ صحیفۂ اعمال ہے وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ۔

چوتھا گواہ ہے كِرَامًا كَاتِبِيْنَ يَعْلَمُوْنَ مَا تَفْعَلُوْنَ تو چار گواہ تیار ہوگئے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم کو ایک نسخہ بھی بتادیا کہ اگر تم گناہ کر چکے اور چار چار گواہ اس گناہ پر تمہارے خلاف مقرر ہو چکے تو اب تمہاری بگڑی کیسے بنے گی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہماری بگڑی کے چاروں گواہوں کو ختم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک کیمیکل عطا فرمادیا اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کے ذریعہ بندوں کو ایک ایسا پوڈر دے دیا کہ اگر وہ گناہوں پر چھڑک دیا جائے تو گناہوں کا پتہ ہی نہیں چلتا کہ کہاں گئے سب گواہ ختم ساری ریل صاف وہ کیا ہے؟

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے التشرف فی احادیث التصوف میں یہ حدیث نقل فرمائی ہے۔

اِذَا تَابَ الْعَبْدُ اَنْسَى اللّٰهُ الْحَفَظَةَ ذُنُوْبَهٗ وَاَنْسٰى ذٰلِكَ جَوَارِحَهٗ وَمَعَالِمَهٗ مِنَ الْاَرْضِ حَتّٰى يَلْقَى اللّٰهَ وَلَيْسَ عَلَيْهِ شَاهِدٌ مِّنَ اللّٰهِ بِذَنْبٍ یعنی بندہ جب توبہ کرلیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ ملائکہ (کراماً کاتبین) کو بھی بھلا دیتا ہے اور جن اعضاء سے گناہ ہوا تھا ان اعضاء سے بھی بھلا دیتا ہے اور جہاں جہاں زمین پر گناہ ہوئے تھے زمین کے نشانات بھی مٹا دیتا ہے، یہاں تک کہ وہ شخص قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اس کے گناہ پر

کوئی گواہی دینے والا نہ ہوگا۔

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو نقل کر کے فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے گناہوں کو مٹانے کے لئے ملائکہ کو بھی استعمال نہیں کیا بلکہ اپنی طرف نسبت فرمائی کہ اَنسَی اللّٰہُ یعنی اللہ بھلا دے گا اس کا راز کیا ہے؟ تاکہ فرشتے قیامت کے دن طعنہ نہ دے سکیں کہ تم تو نالائق تھے مگر ہم نے تمہاری خطاؤں کو مٹا دیا تھا۔ فرشتوں کے احسان سے اپنے بندوں کو بچالیا اور اپنے غلاموں کی آبرو رکھ لی۔ دنیا میں کوئی ایسا بادشاہ نہیں گزرا جو کسی پھانسی کے مجرم کو معاف کر دے اور کہہ دے کہ اس کی جتنی فائلیں ہیں وہ بھی ختم کر دو۔ دنیا کے بادشاہ ایسا نہیں کرتے، وہ اگر کسی مجرم کو معاف بھی کرتے ہیں تو ان کے سپریم کورٹ اور ہائی کورٹ کی عدالتوں میں اس کے جرم کا تمام ریکارڈ محفوظ رہتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ جس کو معاف فرما دیتے ہیں اس کے تمام گواہ اور دستاویزات اور اس کے جرائم کا تمام ریکارڈ ختم کر دیتے ہیں۔ دیکھو اللہ تعالیٰ کیسے کریم ہیں، ان کے کرم کے مقابلے میں دنیا کے سلاطین کہاں سے کرم لائیں گے، کیا شان ہے اس کریم سلطان السلاطین کی۔ حضرت مولانا شاہ محمد احمد صاحب کا شعر ہے۔

میں ان کے سوا کس پہ فدا ہوں یہ بتا دے

لا مجھ کو دکھا ان کی طرح کوئی اگر ہے

اور جو لوگ گناہ چھوڑنے میں اگر مگر کر رہے ہیں کہ میں اگر داڑھی رکھ لوں گا تو مگر یہ ہو جائے گا۔ مولانا شاہ محمد احمد صاحب ان کے لئے یہ شعر فرماتے ہیں۔

مرضی تری ہر وقت ہے جسے پیش نظر ہے

بس اس کی زباں پر نہ اگر ہے نہ مگر ہے

اللہ کے عاشقوں میں اگر مگر کہاں وہ تو کہتے ہیں ؎

ہیں تبر بردار و مردانہ بزن

مولانا رومی فرماتے ہیں ارے بھالا اٹھاؤ اور نفس پر مردانہ وار حملہ کرو یعنی اس کے حرام تقاضوں کو کچل ڈالو ورنہ ان ہی خباثتوں میں یہ ایک دن موت سے ہمکنار کر دے گا اور مجرمانہ طور پر اللہ کے یہاں حاضری کا خطرہ ہے لہٰذا دیر مت کرو یہ تمہارا دشمن ہے دشمن پر چوڑیاں پہن کر زنانہ حملہ نہ کرو فرماتے ہیں ؎

ہیں تبر بردار و مردانہ بزن

چوں علی وار ایں در خیبر شکن

ارے جلدی تبر اٹھاؤ اور اس پر مردانہ حملہ کرو اور نفس کے قلعۂ خیبر کو مردانہ ہمت کے ساتھ حملہ کر کے ختم کر دو لیکن یہ ہمتیں کہاں سے ملیں گی۔

گناہ چھوڑنے کی ہمت کیسے عطا ہوتی ہے۔ اس کے تین نسخے کمالاتِ اشرفیہ میں حضرت حکیم الامت تھانوی نے بیان فرمائے ہیں جو لوگ چاہتے ہیں کہ ہم گناہ چھوڑ دیں وہ تین کام کریں۔

۱۔ پہلے خود ہمت کریں۔

۲۔ اللہ تعالیٰ سے عطائے ہمت کی دعا مانگیں۔

۳۔ خاصانِ خدا سے دعا کی درخواست کریں۔

انشاء اللہ گناہ کی عادت چھوٹ جائے گی۔ اللہ تعالیٰ نے جو سرکاری مضمون معافی کا نازل فرمایا کہ ہم سے اس طرح مانگو اب اس کا ترجمہ کرتا ہوں وَاعْفُ عَنَّا کا ترجمہ علامہ آلوسی نے کیا ہے اُمْحُ اٰثَارَ ذُنُوْبِنَا یعنی ہمارے گناہوں کے آثار و نشانات اور گواہوں کو مٹا دیجئے اور وَاغْفِرْ لَنَا کے معنی ہیں بِاِظْهَارِ الْجَمِيْلِ وَسِتْرِ الْقَبِيْحِ ہماری نیکیوں کو خلق پر ظاہر فرما دیجئے اور برائیوں پر ستاری کا پردہ ڈال دیجئے اور وَارْحَمْنَا کے کیا معنی ہیں جب معافی ہو گئی اور مغفرت ہو گئی، اب سکھا رہے ہیں کہ جب ہم نے تم کو معاف کر دیا اور تمہاری خطائیں بخش دیں تو اب ہم سے رحمت کی درخواست کرو جس طرح جب بیٹے نے معافی مانگ کر ابا کو خوش کر لیا تو ابا سے اپنا جیب خرچ دوبارہ جاری کرا لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ سکھا رہے ہیں کہ تم بھی اپنے ربّ سے اپنا جیب خرچ جاری کرالو اور کہو وَارْحَمْنَا اے ہمارے ربّ اب ہم پر رحمت نازل فرمائیے۔ اب سوال یہ ہے کہ رحمت کیا چیز ہے۔ حکیم الامت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے رحمت کی چار تفسیریں کی ہیں لہٰذا جب عفو و مغفرت کے بعد رحمت مانگے تو اس میں چار نیت کرلے۔

۱۔ **توفیقِ طاعت**: کیونکہ گناہوں سے توفیقِ طاعت چھن جاتی ہے۔ حکیم الامتؒ فرماتے ہیں کہ جو لوگ بدنگاہی کرتے ہیں پھر اس کے بعد وہ تلاوت کریں ان کو تلاوت میں مزہ نہیں آئے گا جب تک کہ توبہ نہ کریں گناہوں سے حلاوتِ عبادت بھی چھن جاتی ہے لہٰذا وَارْحَمْنَا جب کہو تو نیت کرلو کہ اے ہمارے ربّ توفیقِ طاعت کو جاری کر دیجئے۔ توفیقِ طاعت کے بعد رحمت کی دوسری تفسیر حکیم الامت نے فرمائی۔

۲۔ **فراخیٔ معیشت**: گناہوں سے رزق میں تنگی آجاتی ہے اور برکت نہیں رہتی اور برکت کی تعریف امام راغب اصفہانی نے مفردات القرآن میں کی ہے۔ فیضانِ خیراتِ الٰہیہ یعنی اللہ تعالیٰ کی خیرات کی بارش، اگر یہ رک گئی تو ایک لاکھ کماتے رہو پھر برکت نہیں ہوگی۔ اور رحمت کی تیسری تفسیر ہے۔

۳۔ **بے حساب مغفرت**:

اور چوتھی تفسیر ہے۔

۴۔ دخول جنّت، لہٰذا وارحمنا کے معنی ہوئے کہ اے ہمارے رب ہمیں پھر سے توفیقِ طاعت جاری فرما دیجئے، فراخیٔ معیشت عطا فرما دیجئے، ہماری بے حساب مغفرت فرما دیجئے اور دخولِ جنت نصیب فرما دیجئے۔

اور بھائی الیاس صاحب نے مجھ سے پوچھا کہ کوئی ایسا بھی نسخہ ہے کہ بے حساب مغفرت ہوجائے جیسے کسٹم کے وقت جس کا کسٹم لینا نہیں ہوتا تو اس کے سامان پر چاک لگا دیا جاتا ہے پھر سامان کھول کر دیکھتے بھی نہیں کہ اس میں کیا ہے۔ میں نے عرض کیا کہ ہاں ایک ایسا نسخہ بھی ہے کہ قیامت کے دن ہمارے کچے پکے نہ کھولے جائیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دعا سکھائی اَللّٰھُمَّ حَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا، اے خدا ہمارے آسان حساب لیجئے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے سوال کیا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آسان حساب کے کیا معنی ہیں۔

اب الفاظ نبوت کی شرح الفاظ نبوت سے سنیئے یعنی اپنے کلام کی شرح خود سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرما دی کہ آسان حساب اس کو کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے نامۂ اعمال پر ایک نظر ڈالیں اور پھر کچھ نہ پوچھیں اور فرمائیں جاؤ جنت میں یہ ہے آسان حساب۔ اَللّٰھُمَّ حَاسِبْنِیْ حِسَابًا یَّسِیْرًا۔

اور وَارْحَمْنَا کی تفسیر علامہ آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ کی ہے تَفَضَّلْ عَلَیْنَا بِفُنُوْنِ الْاٰلَاءِ مَعَ اِسْتِحْقَاقِنَا بِاَفَانِیْنِ الْعِقَابِ اے اللہ آپ ہم پر طرح طرح کی نعمتوں سے مہربانی فرمایئے، اگرچہ ہم تو طرح طرح کی سزاؤں کے مستحق ہیں۔

اب اہلِ علم حضرات ذرا غور کریں دیکھئے وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْلَنَا وَارْحَمْنَا میں ضمیر مستتر استعمال ہوئی تھی۔ اب جب معافی ہوگئی، مغفرت ہوگئی اور رحمت کی بارش ہو رہی ہے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم لوگ جو اپنی نحوستِ معاصی کی وجہ سے حالتِ استتار میں تھے، اب ضمیر مستتر مت استعمال کرو کیونکہ تمہاری معافی، مغفرت اور نزولِ رحمت کے بعد اب تمہارے حجابات اُٹھ چکے، گناہوں کے پردے ختم ہوگئے ؎

پردے اُٹھے ہوئے بھی ہیں ان کی ادھر نظر بھی ہے

بڑھ کے مقدر آزما سر بھی ہے سنگِ در بھی ہے

لہٰذا اب ہم سے براہِ راست باتیں کرو، اب ضمیر بارز استعمال کرو اور کہو اَنْتَ مَوْلٰنَا آپ ہمارے مولا ہیں۔ اَنْتَ جب ہی استعمال ہوتا ہے جب کوئی سامنے ہوتا ہے، اب ہم تمہارے سامنے ہیں لہٰذا اب اَنْتَ مَوْلٰنَا، اَنْتَ مَوْلٰنَا کہے جاؤ اور ہماری حضوری کا لطف لیتے جاؤ۔ علامہ آلوسی نے اَنْتَ مَوْلَانَا کی تین تفسیریں کی ہیں۔

اَنْتَ سَیِّدُنَا وَمَالِکُنَا وَمُتَوَلِّیْ اُمُوْرِنَا

آپ ہمارے آقا ہیں، مالک ہیں اور ہمارے امور کے متولی ہیں۔

آج کیونکہ اسی مضمون کی ضرورت تھی اس لئے عرض کر دیا۔ اب دو تین چیزیں اور مانگنی ہیں وہ دو تین منٹ میں مختصر بیان کرتا ہوں۔ محدثین نے لکھا ہے کہ تین لفظ ایسے ہیں جن کا کوئی بدل اہلِ عرب کے کلام میں نہیں ہے۔

۱۔نصیحت ۲۔فلاح ۳۔عافیت

مشکوٰۃ میں روایت ہے اَلدِّیْنُ النَّصِیْحَۃُ۔ دین نصیحت کا نام ہے یعنی اللہ تعالیٰ کی جتنی مخلوق ہے سب کی خیر خواہی کا جذبہ پیدا ہو جائے، ساری مخلوق خدا پر رحمت کی درخواست ہو جائے کہ اے اللہ اہل کفر کو اہلِ ایمان بنا دے اور اہلِ ایمان کو اہلِ تقویٰ کر دے، اہلِ بلا کو اہلِ عافیت کر دے۔ اہلِ مرض کو اہلِ صحت کر دے اور چیونٹیوں پر بھی رحم کر دے اور سمندر کی مچھلیوں پر بھی رحم کر دے۔ حکیم الامتؒ فرماتے ہیں کہ میں ایک زمانہ میں ساری مخلوق کے لئے دعا کیا کرتا تھا۔

محدثین نے لکھا ہے کہ نصیحت کہتے ہیں جمیع خلائق کی خیر خواہی کو اللہ کی نسبت سے بس یہ نسبت قائم ہو جائے کہ یہ میرے اللہ کے بندے ہیں اور اس نسبت کی وجہ سے ان کی خیر خواہی چاہنا اور ان سے محبت کرنا اسی کا نام نصیحت ہے۔ جب یہ نسبت قائم ہو جاتی ہے تو ہر مومن کے قلب میں اکرام ہوتا ہے۔ حضرت حکیم الامتؒ فرماتے ہیں کہ نسبت مع اللہ کا سب سے بڑا ظہور اللہ کے بندوں کے ساتھ برتاؤ سے ہوتا ہے اسی سے پتہ چلتا ہے کہ یہ شخص صاحب نسبت ہے یا نہیں جو صاحب نسبت ہو جاتا ہے اس کے قلب میں ہر مومن کا اکرام پیدا ہو جاتا ہے اور اپنے کو سب سے حقیر سمجھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی تمام مخلوق کی خیر خواہی چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی مخلوق کا خیر خواہ بنا دے۔

اور فلاح کے کیا معنی ہیں۔ لغت عرب میں ایسا جامع کوئی لفظ نہیں ہے اور فلاح کے وعدے قرآن پاک میں جگہ جگہ آئے ہیں جن میں ایک ذکر اللہ بھی ہے۔ وَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ صاحب جلالین نے تفلحون کے معنی لکھے ہیں اَیْ تَفُوْزُوْنَ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ یعنی تم دنیا و آخرت میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ کہتے ہیں کہ فلاح کے معنی ہیں جمیع خیر الدنیا والآخرۃ دنیا و دین کی ساری بھلائیاں اس کو مل جاتی ہیں جس کو اللہ نے فلاح عطا کر دی اور یہ موقوف ہے ذکر اللہ پر اور ذکر اللہ کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کسی نافرمانی میں مبتلا نہ ہو سب سے بڑا ذکر یہ ہے۔

دیکھئے ایک شخص مرغ کا سوپ پیتا ہے، وٹامن کھاتا ہے، طاقت کے خمیرے کھاتا ہے لیکن زہر سے باز نہیں رہتا تو بتلائیے مرغ کا سوپ اور وٹامن اور طاقت کے خمیرے

اسے کچھ نفع دیں گے؟

معلوم ہوا کہ جس طرح طاقت کے ٹانک اور خمیروں کے ساتھ زہر سے بچنا ضروری ہے۔ اسی طرح ذکر و نوافل و طاعات کا نفع بھی موقوف ہے معاصی سے بچنے پر، اسی لئے مفسرین لکھتے ہیں کہ اللہ کے احکامات کو بجا لانا اور اللہ کی نافرمانی کو چھوڑ دینا یہ سب ذکر میں شامل ہے۔

دیکھئے محبوب کے دو حق ہوتے ہیں۔ ایک تو یہ کہ محبوب نے جس کام کا حکم دیا ہے وہ کرلو دوسرے یہ کہ وہ کس کس بات سے ناراض ہوتا ہے۔ ان باتوں کے قریب بھی نہ جاؤ جس کو یہ فکر نہیں اس کی محبت کامل نہیں بس اسی سے سمجھ لیں کہ جو شخص محبوب حقیقی حق تعالیٰ شانہ کو راضی کرنے والے اعمال تو کرتا ہے لیکن ناراض کرنے والے اعمال سے نہیں بچتا یعنی ان کی ناراضگی سے بچنے کی فکر نہیں کرتا اس کو ابھی حق تعالیٰ کی محبت کاملہ حاصل نہیں۔

اور عافیت کیا ہے۔ ہم رات دن عافیت کی درخواست کرتے ہیں لیکن یہ نہیں جانتے کہ عافیت ہے کیا چیز؟ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اے ابو بکر صدیق تم اللہ تعالیٰ سے عفو اور عافیت مانگا کرو اور فرمایا لَمْ یُعْطَ اَحَدٌ بَعْدَ الْیَقِیْنِ خَیْرًا مِنَ الْعَافِیَۃِ یعنی کسی شخص کو ایمان کے بعد عافیت سے بڑھ کر کوئی نعمت نہیں دیا گیا۔ پس ایمان کے بعد اگر سب سے بڑی دولت کوئی ہے تو عافیت ہے لہٰذا اتنی بڑی دولت کی شرح تو معلوم کرنی چاہیئے کہ کیا ہے۔ عام آدمی تو سمجھتا ہے کہ عافیت کے معنی ہیں ائرکنڈیشنڈ کمرے اور سامانِ عیش اور ماکولات و مشروبات کی فراوانی اور بس لیکن عافیت کی حقیقت کیا ہے، ملّا علی قاری مشکوٰۃ کی شرح مرقات میں لکھتے ہیں کہ عافیت کے معنی ہیں السلامۃ فی الدین من الفتنۃ۔ عافیت اس کو حاصل ہے جس کا دین فتنوں سے محفوظ ہو گیا یعنی اللہ کے غضب اور ناراضگی کے اعمال سے محفوظ ہو اور عافیت کا دوسرا جزء کیا ہے وہ بھی سنئیے کیونکہ اس کے بغیر عافیت نامکمل ہے۔ والسلامۃ فی البدن من سیئ الاسقام والمحنۃ یعنی دین میں فتنہ و نافرمانی اور ضرر سے محفوظ ہو اور جسم بھی بڑی بڑی بیماریوں سے محفوظ رہے اور مشقت شدیدہ سے مامون ہو، مشقت شدیدہ سے بھی پناہ آئی ہے، بس اسی کا نام ہے عافیت۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُکَ الْعَفْوَ وَالْعَافِیَۃَ کے بعد وَالْمُعَافَاۃَ فِی الدُّنْیَا وَالْآخِرَۃِ ہے تو معافات کے کیا معنی ہیں۔ ملا علی قاری فرماتے ہیں کہ اَنْ یُّعَافِیَکَ اللّٰہُ مِنَ النَّاسِ یعنی اللہ تعالیٰ تم کو لوگوں کے ظلم سے محفوظ رکھے وَاَنْ یُّعَافِیَھُمْ مِنْکَ اور تمہارے ظلم سے لوگوں کو محفوظ رکھے۔ دونوں طرف سے عافیت ہونی چاہیئے۔ یہ نہیں کہ ہم تو بزرگ ہو گئے ہم لوگوں کو ستاتے رہیں اور ہم مستثنیٰ ہیں کوئی ہم کو نہ ستائے۔ ہم میں سے ہر ایک کو احساس رہنا چاہیئے کہ ہماری ذات سے دوسرے کو ایذا اور تکلیف نہ پہنچے۔

دوستو! عزیزو اور میرے بزرگو!

عافیت کی نعمت ایسی نعمت ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو افضل الصحابہ ہیں جن کی چار پشت صحابی تھی یعنی ان کے والد ابو قحافہ صحابی، حضرت صدیق اکبر صحابی اور ان کے بیٹے عبدالرحمٰن بن ابی بکر صحابی اور ان کے بیٹے صحابی اور یہ شرف کسی اور صحابی کو حاصل نہیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایسا یار غار کوئی نہیں تھا کہ جوانی سے دونوں میں دوستی تھی۔ تاریخ میں ہے کہ سولہ سال کی عمر صدیق اکبرؓ کی تھی اور اٹھارہ سال کے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تھے۔ اس وقت سے ایک نبی اور ایک صدیق کی دوستی تھی، ایسے جلیل القدر اور پیارے صحابی سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے صدیق تم اللہ تعالیٰ سے عفو و عافیت مانگا کرو اس سے نعمت عافیت کی قدر و اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے ان کا ایک واقعہ سُنا کر بیان ختم کر رہا ہوں کیوں کہ زیادہ وقت نہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے خصائص کبریٰ جلد نمبر ا صہ ۲۹ پر حضرت صدیق اکبرؓ کا ایک خاص مقام لکھا ہے کہ جب یہ جوان تھے تو تجارت کے لئے شام تشریف لے گئے وہاں ایک خواب دیکھا اور ایک راہب سے پوچھا کہ اس کی تعبیر کیا ہے۔ اس راہب نے پوچھا مَنْ اَنْتَ تم کون ہو، فرمایا ابوبکر، پھر پوچھا مِنْ اَیِّ بَلَدٍ کس شہر سے آرہے ہو فرمایا مکہ سے، کہا کہ شغل کیا ہے، فرمایا تجارت۔ اس راہب نے کہا کہ اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ تمہارے اس شہر مکہ میں اللہ تعالیٰ ایک نبی مبعوث فرمائیں گے اور ان کا نام مبارک محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہوگا۔ وانت تکون وزیرہٗ فی حیاتہٖ وخلیفتہ بعد وفاتہ اور ان پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات میں تم ان کے وزیر بنو گے اور ان کی وفات کے بعد تم ان کے خلیفہ بنو گے۔ لکھا ہے کہ اس خواب اور تعبیر کو حضرت صدیق اکبرؓ نے چھپایا لم یخبر احداً من الناس۔ کسی شخص سے نہیں بتایا، یہاں تک کہ یہ اڑتیس سال کے ہوگئے اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم چالیس سال کے ہوگئے اور آپ کو نبوت عطا ہوگئی اور آپؐ نے اپنی نبوت کا اعلان فرمایا۔ حضرت صدیق اکبرؓ حاضر خدمت ہوئے اور پوچھا ما الدلیل علی ما تدعی، آپ جو دعویٰ نبوت فرما رہے ہیں، کیا آپ کے پاس اس کی کوئی دلیل ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا رؤیاک التی رأیتھا بالشام میرے دعوئ نبوت کی دلیل تیرا وہ خواب ہے جو تو نے شام میں دیکھا تھا اور تو نے کسی کو نہیں بتایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ جبرائیل علیہ السلام اس کی خبر دی۔ روایت میں ہے فعانقہ وقبل بین عینیہ، مارے خوشی کے حضرت صدیق اکبرؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے معانقہ کر لیا کہ ہائے میرا دوست اس اونچے مقام پر ہے اور آپؐ کی دونوں آنکھوں کے درمیان پیشانی کو بوسہ دیا اور یہ خوشی کا معانقہ تھا۔

بس یہ بات کرنے سے رہ گئی تھی اور اسی پر ختم کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ قبول فرمائیں اور ہم سب کو عمل کی توفیق عطا فرمائیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہٖ محمد وآلہٖ وصحبہٖ اجمعین

برحمتک یا ارحم الراحمین

محمد عمران اشرف عثمانی

اخبارِ جامعہ

یکم ذیقعدہ (۲۶ مئی): ــــــ کو حضرت مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم العالی "الاتحاد الدولی للبنوک الاسلامیۃ" اور مصرف فیصل الاسلامی کے زیرِ اہتمام اسلامی بینکنگ کے مختلف مسائل پر منعقد ہونے والی مجلس مذاکرہ میں شرکت فرمانے بحرین تشریف لے گئے جہاں آپ نے "مسئولیت محدودہ" کے موضوع پر انگریزی میں مقالہ پیش کیا۔

۲ ذیقعدہ (۲۷ مئی): ــــــ کو حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی بحرین سے کویت تشریف لے گئے جہاں آپ نے بیت التمویل الکویتی کے زیرِ اہتمام "الندوۃ الفقہیۃ الثانیۃ" کے اجلاس میں شرکت کی اور "بیع التعاطی والاستجرار" کے موضوع پر عربی میں مقالہ پیش کیا۔

۴ ذیقعدہ (۲۹ مئی): ــــــ حضرت مولانا اپنے سفر سے کراچی تشریف لائے۔

۵ ذیقعدہ (۳۰ مئی): ــــــ کو سپریم کورٹ آف پاکستان کی عدالت میں شریک ہونے لاہور تشریف لے گئے اور اسی شام وہاں سے واپسی ہوئی۔

۷ ذیقعدہ (یکم جون): ــــــ کو حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم العالی (صدر جامعہ) ہندوستان کے سفر پر تشریف لے گئے آپ کے ہمراہ آپ کے صاحبزادہ مولانا محمد زبیر اشرف عثمانی صاحب بھی تھے آپ کا یہ ہندوستان کا دورہ مجمع الفقہ الاسلامی (الہند) کے اجلاس میں شرکت کی غرض سے تھا، پہلے آپ بمبئی سے حیدرآباد دکن تشریف لے گئے جہاں آپ نے جامعہ سبیل السلام میں افتتاح بخاری شریف کے جلسہ میں صدارت فرمائی۔ اس کے بعد آپ وہاں سے بنگلور، مجمع الفقہ الاسلامی (ہند) کے اجلاس میں شرکت فرمانے تشریف لے گئے۔ یہ اجلاس تین روز جاری رہا۔ اس اجلاس میں مدیر البلاغ مدظلہم بھی خصوصیت سے مدعو تھے لیکن آپ اپنے کثیر مشاغل کے سبب وہاں تشریف نہ لے جاسکے۔ البتہ آپ کا اس موضوعِ بحث پر عربی مقالہ "بیع الحقوق المجردہ" پیش کیا گیا۔

حضرت صدر جامعہ کا یہ دورۂ ہندوستان ۱۲ روز پر محیط رہا - اس میں آپ بمبئی، حیدرآباد دکن بنگلور، میسور اور سرنگاپٹم بھی تشریف لے گئے -

۱۳ ذیقعدہ (۷ جون) ـــــ کو جامعہ کے عربی درجات کے داخلہ بند کر دیئے گئے اس سال عربی درجات میں ۸۵۸ طلبہ کا داخلہ کیا گیا، طلبہ کی کثرت کے سبب دارالاقامہ کی تمام عمارتیں بھر چکی ہیں بہت سے طلبہ کی رہائش کا انتظام اور دوسرے کمروں میں کیا گیا ہے -

۱۸ ذیقعدہ (۱۲ جون) ـــــ کو حضرت صدر جامعہ دارالعلوم کراچی اپنے انڈیا کے سفر سے کراچی تشریف لائے ـــــــــــــــ

۱۹ ذیقعدہ (۱۳ جون) ـــــ بعد نماز مغرب حضرت صدر جامعہ نے جامعہ کے طلبہ سے خصوصی بیان فرمایا، جس میں آپ نے اپنے سفر ہندوستان کا مقصد اور روئیداد بیان فرمائی -

آپ نے اس خطاب میں فرمایا؛ اب سے چھ ماہ قبل اسی مجمع الفقہ الاسلامی (انڈیا) کے اجلاس میں شرکت کرنے دہلی گیا تو اس موقعہ پر وہاں حیدرآباد دکن کے مدرسہ سبیل السلام کے منتظمین حضرات نے افتتاح بخاری شریف میں شریک ہونے کے لئے مجھے دعوت دی تھی - اتفاق سے وہ تاریخیں جو اس کے لئے طے ہوئی تھیں وہ مجمع الفقہ الاسلامی کے دوسرے اجلاس کے قریب قریب تھیں، اس وجہ سے میں نے وہاں سے بنگلور جانے کا ارادہ کرلیا - یہ مجمع الفقہ الاسلامی پورے ہندوستان کے ممتاز علماء پر مشتمل ایک ادارہ ہے - جس میں جدید مسائل کا فقہی جائزہ لیا جاتا ہے، اس دفعہ تین موضوع زیر بحث تھے - اسلامی بینکاری بیع الحقوق المجردہ اور ہندوستان کے وہ بینک جو مسلمانوں کو قرضہ فراہم کرتے ہیں ان کے معاملات کا شرعی نقطۂ نظر سے جائزہ لینا، یہ تینوں موضوع زیر بحث رہے - اس موقعہ پر ہندوستان کے تمام جیّد علماء خواہ دیوبندی ہوں یا بریلوی اور خواہ اہل حدیث یا جماعت اسلامی سے متعلق ہوں سب شریک ہوئے حضرت صدر جامعہ نے فرمایا کہ مسلمانوں کے اس اتحاد کی برکت سے اس اجلاس کے انتظامات غیر معمولی تھے، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے طلبہ سے لیکر شہر کی تاجر برادری تک سب اس اجلاس کے انتظامات میں شریک تھے - اس مقصد کے لئے ایک خوبصورت سیمینار ہال کی تعمیر عمل میں آئی - جو بالکل جدید ساز و سامان سے آراستہ تھا - اخبارات و جرائد نے ترغیبی بیانات شائع ہوئے وہاں کے مسلمانوں کے اس طرز عمل اور اتحاد کو دیکھ کر حضرت صدر جامعہ انتہائی مسرور تھے اور آپ نے اس طرح کی ایک مجلس کے پاکستان میں قیام پر زور دیا - تاکہ یہاں کے علماء بھی متحد ہو کر اندرون ملک مسلمانوں کے پیچیدہ مسائل پر غور کر سکیں اور شرعی نقطۂ نظر سے ان کا حل تلاش کیا جائے -

۲۰ ذیقعدہ (۱۴ جون) ـــــ کو حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم مصرف فیصل الاسلامی البحرین - کے اجلاس میں شرکت فرمانے بحرین تشریف لے گئے - بعد ازاں اسی روز رات

کی فلائیٹ سے اپنے سفر سے کراچی تشریف لے آئے ۔

اسی روز جامعہ کے استاذِ حدیث حضرت مولانا عزیز الرحمن سواتی صاحب مدظلہم حج بیت اللہ کی مقدس سعادت کے حصول کے لئے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے ۔ جامعہ سے ان کے علاوہ استاذِ تفسیر و حدیث حضرت مولانا شمس الحق صاحب مدظلہم العالی اور مولانا شمس الابرار صاحب (استاذِ انگریزی) بھی حج بیت اللہ کی ادائیگی کے لئے حجازِ مقدس تشریف لے جا چکے ہیں ان حضرات کی آمد ماہ جولائی میں انشاء اللہ متوقع ہے ۔

ضروری اعلان

مقام شکر ہے کہ ماہنامہ البلاغ اپنی اشاعت کے اس پرچے کیساتھ ۲۴ سال پورے کر چکا ہے اس تمام عرصے میں اس پرچے کے ذریعے دین کی اشاعت کی ہر ممکن کوشش کی گئی جس سے تمام قارئین البلاغ اچھی طرح سے واقف ہیں اس پرچے کے ذریعے علمی، ادبی، فقہی اور دوسرے روزمرہ کے مسائل کی بھرپور عکاسی کی گئی ۔ ادارہ کی ہمیشہ ہر ممکن کوشش رہی کہ کم سے کم قیمت میں بہتر انداز میں قارئین کو البلاغ روانہ کیا جائے تاکہ ہر آدمی خواہ چھوٹا ہو یا بڑا اس سے استفادہ حاصل کر سکے ۔ کیونکہ البلاغ کی اشاعت کا واحد مقصد صرف اور صرف دین کی اشاعت ہے ۔

اس کے ذریعے کسی بھی قسم کی کوئی تجارت نہیں کی جاتی یہی وجہ ہے کہ ہمیشہ لاگت سے بھی کم پر قارئین البلاغ کو رسالہ فراہم کیا جاتا ہے ۔ مگر روز افزوں بڑھتی مہنگائی کی وجہ سے ادارہ قیمت میں معمولی اضافہ کرنے پر مجبور ہو گیا ہے ۔ کیونکہ کاغذ کی قیمتوں میں اضافہ، اجرت کتابت اجرت طباعت، فوٹو اسٹیٹ، پیٹرول وغیرہ میں بے تحاشہ اضافے کی وجہ سے ماہنامہ البلاغ کی قیمت میں صرف ۲/ روپے اور سالانہ ۲۰/ روپے کا اضافہ کیا جا رہا ہے ۔ یہ اضافہ اب بھی لاگت سے کم ہے ۔ یہ اضافہ ماہ محرم ۱۴۱۱ھ سے ہوگا ۔ تمام قارئین البلاغ سے درخواست ہے کہ البلاغ کی قیمت کے بارے میں تبدیلی نوٹ فرمالیں اور آئندہ محرم ۱۴۱۱ھ سے سالانہ چندہ ۹۰/ روپے روانہ فرمائیں ۔

امید ہے کہ آپ حضرات کا تعاون ہمیشہ کی طرح جاری رہے گا ۔

نوٹ : جن حضرات کی طرف ۱۴۱۰ھ کے بقایاجات ہیں براہ مہربانی وہ بھی اپنے بقایاجات مع ۱۴۱۱ھ کے زرِ سالانہ کے ساتھ روانہ فرمائیں ۔

برائے مہربانی منی آرڈر ۱۵ محرم ۱۴۱۱ھ تک پہونچ جانے چاہئیں ۔ والسلام

شجاعت علی ہاشمی (ناظم البلاغ کراچی)

البلاغ
٦٧
"البلاغ انٹرنیشنل"
پہلے شمارہ کی اشاعت
مقام مسرت ہے کہ الحمدللہ جامعہ دارالعلوم کراچی کے انگریزی ماہنامہ جریدہ
"البلاغ انٹرنیشنل" کی اشاعت عمل میں آچکی ہے۔
اس شمارہ میں کئی سلسلہ وار مضامین کیساتھ
ابتدائی تعارف
تفسیر معارف القرآن (انگریزی ترجمہ)
"وحی کی حقیقت" پر حضرت جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہم کا سیر حاصل مضمون
حجیت حدیث پر مولانا مفتی محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ العالی کا ایک جامع مقالہ۔
قارئین کے سوال: جوابات
"نماز سنت کے مطابق پڑھیں" نہایت مفید مضمون۔
جناب مولانا محمد ولی رازی صاحب مدظلہ کا عیسائیت پر جامع مقالہ "عیسائیت کی حقیقی تصویر"۔
اس کے علاوہ حکیم الامت مجدد الملت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کے اقوال زریں پر مشتمل یہ ابتدائی شمارہ ملاحظہ فرمائیں۔
حسن و وقار سے مرصع ٹائیٹل اور عمدہ کاغذ کا حامل یہ جریدہ مندرجہ ذیل قیمتوں پر دستیاب ہے
ملکی خریداروں کے لئے:
فی پرچہ: ۱۳/ روپے
سالانہ: ۱۵۰/ روپے
غیر ملکی خریداروں کیلئے: فی پرچہ ۲ امریکی ڈالر
(۱) امریکہ۔ کینیڈا۔ آسٹریلیا۔ نیوزی لینڈ۔ ساؤتھ افریقہ ۲۴/ ڈالر یا اس کے برابر پاکستانی روپے
(۲) ایشیا، یورپ اور افریقہ (علاوہ ساؤتھ افریقہ) ۲۰/ ڈالر یا اس کے برابر پاکستانی روپے
(۳) انڈیا۔ بنگلہ دیش، ۱۵/ ڈالر یا اس کے برابر پاکستانی روپے
مزید تفصیلات کیلئے رابطہ کیجئے
منیر احمد خان ناظم شعبہ البلاغ انٹرنیشنل
دارالعلوم کراچی، پوسٹ کوڈ 75180
فون: 311217 فیکس نمبر 313535
براہ مہربانی چیک/ڈرافٹ اس پتہ پر روانہ فرمائیں۔
البلاغ انٹرنیشنل
دارالعلوم کراچی
پوسٹ کوڈ 75180

رجسٹرڈ ایم نمبر ۶۷۵ ماہنامہ البلاغ کراچی